ماھنامہ

حکمت بالغہ

اگست2009

مدیر:انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس:0092-47-7628361

ای میل:hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ/http://jhanghikmat.co.cc یا

www.hamditabligh.net پر حکمت بالغہ کے تمام شمارے دستیاب ہیں

فرمانِ خداوندی

سُورة الُجُمُعة (٦٢)

سورۃ الجمعہ کی پہلی آیت ایک نہایت پُر جلال تمہید پر مشتمل ہے جس کے آخر میں اللہ تعالیٰ کے چار اسمائے حسنیٰ آئے ہیں اَلْـمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۔ دوسری آیت مرکزی آیت ہے اور اس میں نبی اکرم ﷺ کی دعوت اور جدوجہد کے بنیادی طریق کار کے ضمن میں چار اہم امور کا ذکر ہوا ہے: تلاوتِ آیات، تزکیہ، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت ۔ یہ چاروں امور درحقیقت قرآن مجید سے ہی متعلق ہیں (اول اور ثالث تو ظاہر ہے ثانی بدلیل قولہ تعالیٰ شِفَـآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ اور رابع بدلیل قولہ تعالیٰ ذٰلِكَ مِمَّا اَوْحٰى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ)۔ اور اس سورۃ میں نبی اکرم ﷺ کی خصوصی وعمومی بعثت کا ذکر ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''اُمّیّین'' میں سے اٹھایا (بنی اسماعیل کو یہود حقارت سے ''اُمّی'' یعنی اَن پڑھ کہتے تھے) اور روے زمین پر بسنے والی تمام اقوام اور قیامت تک آنے والی تمام نسلوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو، آپ کی قوم کو اور آپ کی امت کو حاملِ کتاب بنا کر سابقہ امتوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ اس سے قبل یہ فضیلت بنی اسرائیل کو حاصل تھی؛ ان کو اللہ کی کتاب تورات کا حامل بنایا گیا تھا لیکن انہوں نے اس کی ذمہ داری ادا نہیں کی؛ جس کی بنا پر انہیں اس عالی منصب سے ہٹا دیا گیا۔ اس سورۃ میں یہود کے کردار سے متعلق چند باتیں ذکر کر کے مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ کہیں تم یہود کی طرح نہ ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کو تورات کا حامل بنایا تھا مگر انہوں نے اس کی ذمہ داری نہ سمجھی نہ ادا کی اور دانستہ اللہ کی آیات کو جھٹلایا تو ان کی مثال اس گدھے کی ہے جس کی پیٹھ پر کتابیں لدی ہوں کہ وہ نہیں جانتا کہ اس پر کیا ہے۔ اور ان سے خطاب کر کے کہا گیا کہ تمہارا یہ زعم ہے کہ تم ہی اللہ کے چہیتے اور

دوست ہو اور کوئی نہیں۔ اے یہود! اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو تو تم موت کی آرزو کرو! تم اپنے اعمالِ بد کی بنا پر ہرگز موت کی آرزو نہیں کر سکتے۔ تو اس بد عملی کے ساتھ تمہارا 'اولیاء اللہ' ہونے کا دعویٰ غلط ہے کہ کیونکہ اللہ بد عمل لوگوں کو اپنی دوستی کی راہ نہیں دکھاتا۔

دوسرا رکوع کل کا کل حکمت واحکامِ جمعہ پر مشتمل ہے۔ ذرا سا غور کرنے پہ مناسبت واضح ہوتی ہے کہ جمعہ کے پروگرام میں اصل اہمیت خطبہ جمعہ کی ہے اور خطبہ جمعہ کی غرض و غایت ہے ''تعلیم کتاب'' کہ کوئی نائب رسول منبر پر کھڑا ہو کر مرکزی آیت میں مذکور فریضۂ تذکیر سرانجام دے۔

اللہ کی تسبیح کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے

جو حقیقی بادشاہ، پاک ذات، زبردست، حکمت والا ہے

وہی تو ہے جس نے آسمانی کتاب سے تہی دست بنی اسماعیلؑ میں
انہی میں سے (محمد ﷺ کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا

جو ان کے سامنے اُس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے

اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں

اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے

اور باقی دنیا کے ان افراد کی طرف بھی جو آسمانی کتاب سے محروم تھے
جو ابھی ان (مسلمانوں) سے نہیں ملے

اور وہ غالب، حکمت والا ہے

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے

اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے

ان لوگوں کی مثال جن (کے سر) پر تورات لدوائی گئی

پھر انہوں نے اس (کے بارِ تعمیل) کو نہ اٹھایا

گدھے کی سی ہے جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں (اہل کتاب سے توقع تھی کہ وہ وحی کے تسلسل سے مانوس ہیں اور ان کی کتاب تورات اور انجیل میں حضرت محمد ﷺ کا ذکر خیر موجود بھی ہے ایمان لے آئیں گے مگر اپنی کتاب پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے حضرت محمد ﷺ پر ایمان نہ لائے)

جو لوگ اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں ان کی مثال بری ہے

اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا
صدق اللہ العظیم

حرف آرزو

انجینئر مختار فاروقی

حکمت بالغہ کا ماہ اگست 09ء کا شمارہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔مشمولات میں مستقل سلسلہ ہائے مضامین اس شمارے میں بعض داخلی، خارجی اورموسمی عوامل کی وجہ سے شامل نہیں کئے جا سکے۔اللہ تعالیٰ نے چاہاتو آئندہ یہ مضامین بھی شامل اشاعت ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہوگی اگرہمیں زندگی میں آئندہ رمضان المبارک 30ھ میسّر آجائے اوراس کی برکات سے بھی صحیح انداز میں بہرور ہوسکیں۔آرزواورارادہ اپنی جگہ مگراللہ تعالیٰ کی خصوصی مہربانی اورلطف وکرم سے ہی یہ سعادتیں میسر آسکتی ہیں۔

یہ آرزوبھی بڑی چیز ہے مگرا ے ہمدم   وصال یار فقط آرزو کی بات نہیں ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ؎

رمضان المبارک کی مناسبت سے ایک سابقہ تحریر ''قندمکرر'' کےطور پر شامل اشاعت ہے۔''رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کیسے گزارا'' امید ہے کہ قارئین ''حکمت بالغہ'' اس کو پسندفرمائیں گے۔اسی ماہ پاکستان کا 63واں یوم آزادی بھی 14۔اگست کومنایا جائے گا اگرچہ ملک کے عمومی داخلی اورخارجی حالات کے تناظر میں کسی حقیقی ''آزادی'' کا تو کیا تاثر ہوسکتا ہے سوات کے ہمارے مسلمان بھائی جوگھروں سے بے گھر ہیں ان کے غموں، دکھوں اورمحرومیوں کی موجودگی میں کوئی خوشی، خوشی نہیں کہلاسکتی۔ہم اپنے رب کے حضور دست بدعا ہیں کہ وہ جلد ہمارے بھائیوں کوگھروں میں آباد ہونے کے اسباب وسائل پیدافرمادے (آمین)۔

رسول اکرم ﷺ
نے رمضان المبارک کیسے گزارا؟

انجینئر مختار فاروقی

ماہِ صیام کی آمد آمد ہے اوراس بابرکت اور عظیم مہینے کی عبادات کی اہمیت ہر باعمل مسلمان پر واضح ہے۔ تاہم ہمارا عام تصور یہ ہے کہ اس ماہ میں اپنی مصروفیات ــــــــــــــ اور ہو سکے تو ہر طرح کے میل جول کو منقطع کر کے بس دن رات عبادت میں لگے رہنا ہی شاید اس ماہِ صیام کا حق ادا کرنا ہے اوراس کی وجہ شاید یہ بھی ہے کہ ہم عام طور پر فضائلِ رمضان المبارک میں احادیث نبوی ﷺ اور تفصیلات ہی وہ بیان کرتے ہیں جو اسی مزاج کی حامل بھی ہیں اور اسی سوچ کو پختہ تر کرنے والی ہیں ہمارے ہاں گزشتہ پانچ چھ سو سال کے بزرگانِ دین کے تذکروں میں جو نقشہ ماہِ صیام کی مصروفیات کا سامنے آتا ہے وہ ایسا ہی ہے کہ بس اسلاف کا طریقہ یہ ہے کہ اس ماہ ہر قسم کا سفر ترک کر دیا جائے اور عوام سے میل ملاقات میں وقت لگانے کی بجائے بس عبادات الٰہی اور نیکی کرنے میں وقت گزارا جائے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام قرآن مجید کے سیاق کلام میں دیکھیں تو یہاں عبادتِ صوم اور ماہِ صیام کی مصروفیات اور تفصیلات کے بیان والے رکوع سے چند رکوع پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے، اور ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے جدامجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ــــــــــــــ تعمیر کعبہ کا ذکر ــــــــــــــ اور پھر عظیم المرتبت دعا کا ــــــــــــــ جس کی قبولیت میں تو اگرچہ 2500 سال لگ گئے مگر کامل اور اکمل ترین نبی، بلند پایہ رسول اور ختم المرسلین حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔ بقول حالی

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ اور نوید مسیحاؑ

پھر آپ ﷺ کی مدنی زندگی کے آغاز پر ہی اسی بیت اللہ کی تولیت کی ———— ''حق بحقدار رسید'' کے مصداق ———— سپردگی یعنی تحویل قبلہ کا تذکرہ ہے اور اس کی آئندہ مسلمانوں کی زندگی میں مرکزی اہمیت کا ———— کہ ہر روز نماز پنجگانہ کے لئے تم مسلمانو جہاں کہیں بھی ہو تمہیں اس قبلہ کی طرف رخ کرنا ہوگا۔

اس اہم ہدایت کی بعد شانِ رسالت مآب ﷺ کا ذکر ہے کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے تم حقیقت سے واقف نہیں تھے یہ آپؐ کی شان اقدس ہے کہ آپ ﷺ انہیں وہ باتیں عام انداز میں سکھا رہے ہیں جو یہ جانتے نہیں تھے۔ اور اس شاندار تذکرے کے ساتھ ہی صبر اور صلوٰۃ کا ذکر ہے ———— بالواسطہ جنگوں اور کفار سے مقابلے کا ذکر ہے اور اس راہ میں شہادت کے اعلیٰ مقام کا ذکر ہے کہ شہید تو زندہ ہوتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو۔

اس پس منظر میں بات یہود کے تذکرے سے ہوتی ہوئی آیاتِ الٰہی اور غلط قیادتوں اور الائمۃ المضلون کی ملمع سازیوں کے حوالے کے بعد شیطان کے ذکر پر آتی ہے، حلال وحرام اور یہود کے انکار قرآن مجید پر رکوع ختم ہوتا ہے۔

اب یہاں ''نیکی کی حقیقت'' کا تذکرہ ہے، یہود کی معہود ذہنی کی نفی ———— کہ مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنا ہی کل نیکی نہیں بلکہ نیکی تو اللہ اور آخرت کو اور پیغمبر یعنی حضرت محمد ﷺ کو ماننے میں ہے اور آپ ﷺ جو نیکی کا تصور لائے ہیں اس میں جہاد اور قتال ہی نیکی کی اعلیٰ شکل ہے جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی تفصیلی روایت جو سفر تبوک سے متعلق ہے سامنے آتی ہے۔

بعد ازاں اسی جہاد سے پیدا شدہ مسائل یعنی شہادتوں کے بعد وراثت اور دیگر تفصیلات کے بعد روزے کی فرضیت اور اس کے احکام اور حکمتیں مذکور ہیں اور اس رکوع میں روزے کی عبادت کے ساتھ تجرد کی زندگی کی تخفیف اور متاہل زندگی کی بلند شان کا اشارہ ہے اور ساتھ ہی کسب حلال اور اکل حلال کا ذکر ہے۔ اس رکوع کے بعد حج اور ساتھ ہی پھر جنگ کا ذکر ہے۔ گویا قرآن مجید میں سیاق وسباق ———— جہاد، جنگ اور اس کے متعلقہ مسائل ہی

کے درمیان ماہِ صیام کا ذکر ہے اوراس ماہ کی فضیلت اور قرآن مجید کی فضیلت کا ذکر ہے۔

اب تک کی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ روزہ ایک تربیت ہے اور قرآن مجید کا تراویح میں سننا ایک روحانی ترقی کا ذریعہ ہے مگر سوال یہ ہے کہ یہ ساری محنت مشقت کس مقصد کے لئے ہے؟ یہ تیاری آئندہ کن مشکل مراحل کی طرف اشارہ کر رہی ہیں؟ــــــــــــــ اس استخراج کی کوشش راقم خود اپنے ناقص ذہن سے کرے گا تو ایک ناپاک جسارت اور چھوٹا منہ اور بڑی بات ہوگی جس کا راقم اپنے دین وایمان کی حفاظت کی خاطر سوچ بھی نہیں سکتا کہ دینی معاملات میں کوئی بات خیر القرون سے ہٹ کر یا بلا دلیل کی جائے۔

آیئےــــــــــــــ اس ساری بحث کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے سیرت النبی ﷺ کے ماہ وسال اور رسالت مآب ﷺ کے پیغمبرانہ کارناموں کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے رمضان المبارک کیسے گزارے اور آپ ﷺ کے ساتھیوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی معیت اور اتباع میں یہ وقت کیسے صرف کیا۔

یہ بات طے ہے کہ رمضان المبارک کے روزے 2 ہجری میں فرض ہوئے اور اس کے احکام دو تین سالوں میں مکمل ہوئے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں سورۃ البقرہ کا رکوع 23 خود اشارہ کر رہا ہے کہ اس کی آیات میں زمانہ نزول کا فصل موجود ہے۔

اب 2 ہجری کے رمضان المبارک سے آپ ﷺ کے وصال مبارک یعنی ربیع الاول 11 ہجری تک، 9 ماہ صیام آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں آئے ہیں۔ یہ 9 ماہ صیام آپ نے کیسے اور کن حالات میں گزارے اور اپنے ساتھیوں (رضی اللہ عنہم) کی کیا تربیت فرمائی اور کیا پیغام دیا؟ وہ سیرت النبی ﷺ کی کتابوں کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔

رمضان المبارک 2 ہجری

یہ پہلا ماہِ صیام ہے، بڑے ذوق وشوق سے مدینہ منورہ میں اس عبادت کا آغاز ہوا، اہتمام کیا گیا۔ ساتھ ہی مکہ میں جو وادی نخلہ میں مہم حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ کی تھی اور ان کے ہاتھوں یکم رجب 2ھ کو ایک کافر مارا گیا اس کے اثرات اور ردِّ عمل مکے میں جاری تھا اور نبی اکرم ﷺ اس پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ (حضرت) ابوسفیان کی زیر قیادت جو

قافلہ ملک شام جا رہا تھا (جمادی الاول 2 ہجری، مطابق نومبر 625ء) میں اس کے تعاقب کے لئے ایک مہم روانہ کر چکے تھے۔

اب وہ قافلہ بھی واپس آ رہا تھا اس کی اطلاعات تھیں اور قریش بھی جوش انتقام میں جل بھن کر جنگی تیاریوں میں مصروف تھے کہ آپؐ رمضان المبارک کے دوسرے ہفتے میں 313 جانثاروں کو ساتھ لے کر نہایت قلیل تیاری کے ساتھ قافلے کا راستہ روکنے کا ارادہ کر کے مدینہ سے نکلے اور اس سفر میں ہی اللہ تعالیٰ نے فتح کا وعدہ فرمایا اور اپنی تدبیر سے اہل ایمان اور کافروں کو بدر پہنچا دیا جہاں اللہ ﷻ نے تاریخی فتح دے کر ''یوم بدر'' کو ''ایام اللہ'' میں سے اہم دن بنا دیا۔ یہ واقعہ 17 رمضان المبارک کا ہے۔ گویا یہ پہلا رمضان المبارک جنگ بدر کی طرف پیش قدمی اور جنگ کے بعد کے حالات سے نپٹتے نپٹتے گزر گیا۔ مسلمانوں کی پہلی عید ــــــــــــ میدان بدر کی شاندار کامیابی، سورۃ روم میں موعود یہود و نصاریٰ کی فتح کی خوش خبری کا مدینہ پہنچنا اور بدر کی فتح پر آس پاس کے علاقوں سے تہنیتی وفود کے جلو میں گزری۔

عید آزاداں شکوہَ ملک و دین ؎
عید محکوماں ہجوم مؤمنین

رمضان المبارک 3 ہجری

رمضان المبارک 3 ہجری آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ ؓ نے مدینے میں گزارا، اس دوران میں قریش کی سال بھر کی جنگی تیاریوں کی تکمیل کی اطلاعات آ رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب ؓ کے ساتھ مشوروں میں وقت گزار رہے تھے کہ یکا یک آپ ﷺ کو ایک قاصد کے ذریعے مکہ سے تین ہزار افراد کا لشکر روانہ ہونے کی اطلاع ملی جو بھرپور تیاری کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے تحمل سے مشورے کیے اور دفاعی اور جنگی منصوبہ بندی فرمائی۔

عید الفطر اسی منصوبہ بندی میں گزاری، قریش کا لشکر 6 شوال 3ھ کو مدینہ اترا، آپ ﷺ نے صحابہ ؓ کے ساتھ باہر نکل کر رات گزاری اور 7 شوال 3ھ کو جنگ اُحد کا دن ہے۔ یہ دن یوں بھی بہت اہم ہے کہ آپ ﷺ زخمی ہوئے زمین پر گرے اور آپ ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے۔ اس جنگ میں 70 مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا جن میں حضرت امیر حمزہ،

حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت حنظلہ ؓ بھی شامل تھے۔ انہیں حالات میں شوال 3ھ میں رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی ؓ سے ہوا۔

رمضان المبارک 4 ہجری

شعبان 4 ہجری میں کفار کے عہد کے مطابق ایک معرکہ پیش آیا جسے غزوہ بدر دوم کہتے ہیں اس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ واپسی پر رمضان کا ماہ مبارک آیا جو آپ نے مدینے میں گزارا۔

رمضان المبارک 5 ہجری

الرحیق المختوم کے مؤلف مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کے بقول غزوہ احزاب شوال 5ھ میں پیش آیا تھا۔ دو تین ماہ قبل سے ہی قریش کی جنگی تیاریوں کی اطلاعات مدینہ پہنچ رہی تھیں، عرب بھر سے قریش کے حلیف (اتحادی) قبائل کے لشکر تیار تھے اور مدینہ پر حملہ کے منتظر۔ اس پس منظر میں رسول اللہ ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا، یہ آپ کی ذاتی بصیرت کا شاہکار ہے۔ یہ خندق تقریباً 9 کلومیٹر لمبی تھی اور مسلمانوں نے نہایت جانفشانی سے اس کی کھدائی کی تھی، خود رسول اللہ ﷺ بھی اس میں شریک رہے، سردی کا موسم تھا۔ ماہ رجب، ماہِ شعبان اور رمضان المبارک 5ھ کا ایک حصہ اسی خندق تیاری میں گزر گیا۔ اور باقی رمضان المبارک، شوال کا مہینہ لشکر کی آمد اور حملہ کے خطرہ میں گزرا۔ شوال میں 28 دن یہ محاصرہ رہا تاہم کفار کا لشکر بغیر فتح کے نامراد لوٹ گیا۔ یہ مسلمانوں کے لئے بڑی کامیابی تھی۔ یہ رمضان المبارک بھی جنگی تیاریوں اور پہروں کے جلو میں اور جہاد کے ماحول میں گزرا۔

رمضان المبارک 6 ہجری

2 شعبان کو غزوہ بنی المصطلق کے لئے روانگی ہوئی اور اواخر شعبان میں واپسی، اسی غزوہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف کا واقعہ پیش آیا جس سے 40 روز تک آپ ﷺ گھریلو معاملات میں منافقین کے رویے کی وجہ سے سنگین کیفیت سے دوچار رہے، پورا رمضان المبارک ظاہری طور پر ایک طرح کی بے سکونی میں گزرا۔

رمضان المبارک 7 ہجری

صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان عمرہ نہیں کر پائے تھے اس لئے قضائے عمرہ کے لئے 7ھ میں روانگی ہوئی۔ صلح کے بعد امن کا زمانہ رہا اور ہمارے نبی ﷺ نے مدینہ تشریف آوری کے بعد یہ پہلا رمضان المبارک ہے جو نہایت سکون کے ساتھ گزارا اور صحابہ ؓ کو روزے کی برکات اور احکام سکھائے اور 130 صحابہ ؓ کو ایک مہم کے لئے مقام میفعہ روانہ فرمایا۔

رمضان المبارک 8 ہجری

8 ہجری میں رمضان المبارک کی آمد سے پہلے ہی حدیبیہ کا معاہدہ قریش کی بدعہدی کی وجہ سے ٹوٹ چکا تھا۔ حضرت ابوسفیان نے اس کی تجدید کی کوشش کیلئے مدینہ حاضر ہوئے مگر رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان سے ملاقات ہی نہیں فرمائی۔ حضرت ابوسفیان کی واپسی کے بعد آپ ﷺ نے جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا اور تیاری کے بعد سفر کا آغاز کیا اور دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ کے باہر پڑاؤ ڈالا۔ حضرت ابوسفیان ؓ ایمان لے آئے اور پھر نبی اکرم ﷺ مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے، بغیر جنگ کے مکہ فتح ہوگیا۔ یہ واقعہ 20 رمضان المبارک 8ھ کا ہے۔ 15 دن مکہ میں قیام رہا۔ گویا اوائل رمضان المبارک سے ہی مکہ روانگی ہوگئی تھی۔ یہ ماہ صیام بھی جہاد اور جنگ کی کیفیات میں بسر ہوا۔

رمضان المبارک 9 ہجری

یہ ماہ صیام سفر تبوک میں صرف ہوا۔ آپ ﷺ نے پہلے اس جنگ کی تیاری فرمائی، نفیر عام دی 30,000 کا لشکر لے کر مقام تبوک روانہ ہوئے۔ ایک ماہ جانے میں صرف ہوا، ایک ماہ کے لگ بھگ وہاں قیام رہا، قیصر روم جنگ میں مقابلہ پر نہیں آیا۔ واپسی کا سفر رمضان المبارک میں ہوا، اور شوال کے اوائل میں مدینہ تشریف آوری ہوئی۔ یہ ماہ صیام پورا سفر جہاد میں گزرا۔

رمضان المبارک 10 ہجری

یہ ماہ صیام جو آپ ﷺ کی وفات سے تقریباً چھ ماہ پہلے آیا آپ ﷺ نے مدینہ میں گزارا اور چونکہ 8ھ اور 9ھ کے ماہ صیام میں آپ ﷺ مدینہ میں مقیم نہ ہونے کی وجہ سے اعتکاف نہیں کر سکے تھے؛ اسی لئے آپ ﷺ نے پورے ماہ کا اعتکاف فرمایا۔ واللہ اعلم

خلاصہ کلام یہ ہے کہ:

1۔ یہ ماہ صیام مسلمانوں کی فوجی قسم کی ایک تربیت کرتا ہے اور روحانی برکات تو جو ہیں وہ ہیں ظاہری برکات میں سے بھی ڈسپلن اور نظم وضبط کا عادی بناتا ہے اس نظم وضبط کا ہدف اور استعمال کیا ہے؟ یہ آج کا عام مسلمان اور رہنمایانِ قوم نہیں سوچتے صوفیاء کرام اپنے مریدوں کی تربیت کر رہے ہیں مگر اس تربیت کا ہدف کیا ہے؟ یہ بات بھی بتانا اور عام کرنا ضروری ہے اس تربیت کا ہدف سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے نہیں ہے صوفیائے کرام مصلحتاً مریدین کو یہ ہدف نہیں بتاتے کہ پھر وہ جلد یا بدیر جہاد پر جانے کا مطالبہ کرینگے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ تربیت میدان جہاد میں بھی دی اور سفر جہاد میں بھی دی اور روزے کی برکات کا صحیح مصرف اور صحیح استعمال سکھایا۔

2۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے مدنی دور میں 9 ماہ صیام آئے جن میں رمضان 2ھ جنگ بدر میں اور رمضان 3ھ جنگ احد سے قبل کی تیاری میں صرف ہو گئے، رمضان 5ھ جنگ احزاب سے قبل خندق کی کھدائی اور جنگی تیاریوں میں گزرا، رمضان 6ھ غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر منافقین کی شرارت کے نتیجہ میں واقعہ افک کے پریشان کن حالات اور کرب میں گزرا، رمضان المبارک 8ھ فتح مکہ کے سفر اور فتح مکہ اور اس کے بعد جنگی انتظامات میں صرف ہو گیا، 9ھ کا ماہ صیام قیصر روم کے مقابلے میں جنگ کے لئے لشکر کی روانگی قیام اور واپسی میں گزر گیا۔ صرف 4ھ، 7ھ، 10ھ کے 3 ماہِ صیام مدینے میں حالت امن میں گزرے

3۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس ماہ کی عبادت کے نتیجے میں حاصل توانائی اور روحانی جذبے اور شوق کا اصل ہدف سوائے جہاد کے اور کچھ نہ تھا۔

4۔ کاش آج ہمارا اور ہمارے سارے مسلمان بھائیوں کا رمضان المبارک گزارنے اور اس کی برکات کے حصول کا ہدف ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے نقش قدم پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتباع میں جہاد کا شوق اور جذبہ جہاد اجاگر کرنا ہی ہو جائے تو شاید اس سے امت مسلمہ کی تقدیر بدل جائے۔ وما ذٰلك على الله بعزيز

امریکی شرارت ''الفرقان الحق''
کا تجزیاتی مطالعہ

حافظ محمدسمیع اللہ فراز

قرآن کریم اسلامی تشریع کا اوّلین سرچشمہ ہے جو ہر قسم کی تحریف وآمیزش سے پاک ہے اس کے برعکس یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تورات وانجیل اپنی اصلی حیثیت کو برقرار نہ رکھتے ہوئے بے شمار تحریفات کا شکار ہوئی ہیں۔ غالباً اسی وجہ سے مستشرقین نے قرآنی نص کو اپنا موضوعِ بحث بناتے ہوئے اس کو محرّف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ دراصل استشراقی فکر کا محور یہ ہے کہ جس طرح تورات وانجیل اپنی حیثیت کھو بیٹھی ہیں اور ان کے کئی ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں، مسلمانوں کے قرآن کو بھی اسی مقام پر لا کھڑا کیا جائے۔ چنانچہ آرتھر جیفری لکھتا ہے:

ترجمہ:۔''NEW TESTAMENT کے بغیر عیسائیت اپنا وجود باقی رکھ سکتی ہے لیکن قرآن کے بغیر اسلام باقی نہیں رہ سکتا''

قرآن مجید کے ساتھ مسلمانوں کی عدیم المثال وابستگی اور اس دنیا پر اس کے حیرت انگیز اثرات کے مستشرقین بھی معترف ہیں۔ مارگولیتھ کے الفاظ ہیں:

ترجمہ:۔''یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن دنیا کی مذہبی کتب میں اہم حیثیت کی حامل کتاب ہے ـــــ اور اس نے دنیا کے کثیر افراد میں حیران کن اثرات پیدا کیے ہیں''۔

اہل مغرب اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ جب تک مسلمان کا تعلق قرآن مجید کے ساتھ پختہ ہے تب تک اسلامی اقدار کو منہدم کرنا مشکل تر ہے چنانچہ راستے کے اس بھاری پتھر کو صاف کرنے کے لئے قرآن مجید پر اعتراضات کا ایک سلسلہ قائم ہے۔ سینئر برطانوی وزیر

گولڈسٹون نے پارلیمنٹ کے ایک اجلاس میں قرآن مجید ہاتھ میں بلند کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''تین چیزوں کی موجودگی میں ہم اسلام اور مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے: نمازِ جمعہ، حج، اور یہ کتاب''!۔

کچھ عرصہ قبل امریکہ سے ''الفرقان الحق'' نامی کتاب شائع ہوئی جس کو اکیسویں صدی کا قرآن قرار دیا گیا ہے اور اس کی نشر و اشاعت پوری تندہی کے ساتھ تا حال جاری ہے۔ اس مقالہ کا مقصد دنیا کو مغرب اور مستشرقین کا وہ متعصّبانہ رویہ دکھانا ہے جو وہ مسلم امہ اور مسلمانوں کے بنیادی ورثہ کے ساتھ روا رکھے ہوئے ہیں۔ مقام افسوس ہے کہ عہدِ طالبان میں دو پتھر کے مجسّموں کے ٹوٹنے پر دنیا کا حیرتناک اور شدید ردّعمل دیکھنے کو ملتا ہے لیکن مسلمانوں کے دستورِ زندگی اور تعلیمات وعقائد کے مرکز قرآن مجید کا جب مذاق اڑایا جائے تو عالمی حقوق کی کسی تنظیم کی طرف سے کوئی مذمتی بیان جاری نہیں ہوتا۔

مغرب سے متاثر وہ افراد جو اسلام کے متعلق تعلیمات کے حصول کے لئے مستشرقین کے بظاہر سائنٹفک مگر بباطن غیرحقیقی مواد پر مشتمل مقالات کا مطالعہ کرتے ہیں، بہت جلد شکوک و شبہات کی گھاٹیوں میں داخل ہوجاتے ہیں۔ نوجوان نسل جو پہلے ہی مادی دلکشیوں کے سبب دائرۂ مذہب سے فرار کی خواہاں ہے، اس کے لئے ایک چھوٹی سی آواز بھی راہِ راست سے بھٹکانے کے لئے کافی ہے۔ ایسے حالات میں اس ضرورت کا شدید احساس ہوتا ہے کہ ہم کسی منظّم شکل میں مسلسل جدوجہد کرتے ہوئے مستشرقین اور اہل مغرب کے متعصب افراد کی آوازوں کا مسکت جواب دیں۔ قارئین کرام کے لیے حالیہ امریکی قرآن کی اصلیت اور اس کے پس پردہ چشم کشا صہیونی مقاصد کا تعارف پیش خدمت ہے:

''الفرقان الحق'' نامی امریکی قرآن کا مصنف ڈاکٹر انیس شوروش (ANIS SHORROSH) ہے، جو خود کو ''الصفی''، ''المہدی'' اور ''مہدی منتظر'' جیسے القاب سے ملقب کرتا ہے، انیس شوروش کا اصل نام پہلی مرتبہ AMIZON نامی انٹرنیٹ سائٹ پر دیکھا گیا۔ انیس شوروش فلسطین میں پیدا ہوا یعنی یہ اصلاً فلسطینی عربی ہے۔ اُردن کے میسسپی کالج (MISSISSIPPI COLLEGE) میں تعلیم حاصل کی۔ ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے سے قبل ORLEANS BAPTIST MEW THEOLOGICAL

SEMINARY ادارہ میں پڑھاتا رہا۔ اور دو مرتبہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری بالترتیب INSTITUTE OF SEMINARY MINISTRY DAYTON TENNESSEE اور INTERNATIONAL LUTHER RICE کی یونیورسٹیوں سے حاصل کیں۔ یہودیوں کے ساتھ مقبوضہ ارض مقدس میں کام کرتا رہا۔ مزید برآں 1959ء تا 1966ء تک یروشلم کے کنیسا میں بھی خدمات دیں۔ امریکہ اور اسرائیل کے مابین 40 سال تک CLERGYMAN یعنی پادری سفارت کار کے طور پر جب کہ افریقہ، کینیا، کیپ ٹاؤن، ڈربن، جوہانسبرگ وغیرہ میں بطور عیسائی مبلغ کام کیا۔ 1955ء میں نیوزی لینڈ سے انگلینڈ منتقل ہوا اور بعدازاں پرتگال میں رہائش پذیر رہا۔

مشہور اسلامی مفکر و سکالر احمد دیداتؒ نے اس کے ساتھ دو مناظرے بھی کیے۔ پہلی مرتبہ 1980ء کو لندن میں ''کیا عیسیٰ خدا ہے؟'' کے موضوع پر پانچ ہزار افراد کی موجودگی میں جب کہ دوسری مرتبہ برمنگھم میں ''قرآن وانجیل ــــــــــــ کلام اللہ کیا ہے؟'' کے عنوان پر بارہ ہزار افراد کے اجتماع میں مناظرہ ہوا۔

شوروش نے میڈیا کو اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کا بنیادی ذریعہ بنایا حتیٰ کہ انڈونیشیا کے مشہور ٹی وی چینلز کو خریدنے کے بعد ان کی نگرانی انڈونیشیائی عیسائیوں کے سپرد کر دی۔

شوروش اپنی کتاب ''الفرقان الحق'' میں قارئین کی حمایت حاصل کرنے کے لئے خود کو ایک مظلوم خاندان کا فرد ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

> ''اس کے والد اور چچا زاد کی اسرائیل میں مسلمانوں کے ہاتھوں ہلاکت نے اس کو 1976ء میں اردن کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کیا''

وہ مسلمانوں کو I SINCERELY LOVE ALL THE MUSLIMS (۱۲/الف) کے الفاظ کے ساتھ جھانسہ دینے کی بھی کوشش کرتا ہے۔

''الفرقان الحق'' کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مسلمانوں سے محبت اور ان کے فائدے کی خاطر اس کتاب کو اپنی سابقہ کتاب 'کشف حقیقۃ الاسلام' (حقیقت اسلام کا انکشاف) کے تتمہ کے طور پر شائع کر رہا ہوں۔ اسرائیلی تھنک ٹینک نے شوروش کا مقالہ ''الاسلام

یستھدف امریکه فی مخطط یمتدعشرین عاما ''(گزشتہ دو دہائیوں میں امریکہ اسلام کا ہدف) بھی شائع کیا ہے اس مقالہ میں اپنی کتاب ''الفرقان الحق'' کی اہمیت اس طرح بیان کی ہے کہ '' تا کہ مسلمانوں کے قرآن کو ہر لحاظ سے چیلنج کیا جاسکے اس کے جوہر، اسلوب، لغت اور مشتملات ومحتویات غرض ہر لحاظ سے اسلامی قرآن کے مقابل یہی کتاب ہے'' (۱۲/ب)۔

اس کے خیال میں مسلمانوں نے 2020ء تک امریکہ کی فتح کیلئے جامع منصوبہ بندی کررکھی ہے چنانچہ اسی وجہ سے ایک وقت وہ بھی آیا کہ جب مسلمانوں کا یہ منصوبہ کہ جب امریکی سکون کی نیند سورہے تھے اچانک 11 ستمبر کا واقعہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے ٹاورز پر حملہ کی صورت میں رونما ہوا۔

شوروش اپنے تعارف میں مزید لکھتا ہے کہ وہ آکسفورڈ یونیورسٹی کی سٹڈی کونسل کا ممبر بھی رہا اور 76 سے زائد ممالک کے دورے بھی کیے۔ وہ غیر مسلم حلقوں میں حقیقت اسلام کو منکشف کرنے کا متخصص (SPECIALIST) قلمکار مانا جاتا ہے۔شوروش کے خیال میں قرآن انسانیت کو 1400 برس سے چیلنج کررہا ہے کہ کوئی انسان اس جیسی کتاب تالیف کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا جو زمانہ کے مناسب حال اور تورات وانجیل کے مابین جمع وتطبیق کرتی ہو اور ادیان ثلاثہ یعنی عیسائیت، یہودیت، اور اسلام کی تعلیمات کی جامع تفسیر ہو لیکن ''الفرقان الحق'' نے قرآن اور مسلمانوں کے اس مقولے اور چیلنج کو باطل کردیا ہے۔ اس کے مطابق مسلمانوں کے نبی محمد (ﷺ) پر قرآن تیئس سال اترتا رہا لیکن میں نے نئے قرآن کو تیار کرنے میں سات سال سے زیادہ کا وقت نہیں لیا۔ یہ عربی اور انگریزی دونوں زبانوں میں مرقوم ہے جس پر 1999ء سے عمل شروع ہے۔وہ مسلمانوں کے قرآن سے 'الفرقان الحق' کا موازنہ کرتے ہوئے اسلامی قرآن میں 100 سے زائد قواعد نحو ولغت کی غلطیوں کا دعویٰ کرتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کو چند مبہم اور غیر واضح نکات پر مشتمل ایک دستاویز سے زیادہ سمجھنے کو تیار نظر نہیں آتا۔اس کے برعکس اپنے خود ساختہ کلام کو واضح اور تفصیلی جزئیات کے ساتھ مالامال ہونے کا دعویدار ہے۔

'الفرقان الحق' کا جائزہ

نام: الفرقان الحق ،صفحات کی تعداد: 366،صفحہ سائز 15×20 سم،سورتوں کی تعداد: مقدمہ، بسملہ اور خاتمہ کے علاوہ 77 سورتیں۔اس متعفن تصنیف کی ہر سورت کی آیات کی تعداد

ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے برابر ہے جبکہ ہر سورت کو بتکلّف ٹھونس ٹھانس کر بھر دیا گیا ہے۔

'الفرقان الحق' کا جزء اوّل اسی سال AMERICAN CENTER OF DIVINE LOVE کی وساطت سے امریکہ میں دو جگہوں سے چھپا ہے: 1۔ اومیگا 2001۔ (OMEGA 2001)________2۔ پریس وائن (PRESS WINE)

کتاب کی قیمت: جمعیت احیاء التراث الاسلامی کویت کے ہفت روزہ مجلّہ ''الفرقان'' میں نسخہ کی قیمت 3 امریکی ڈالر مذکور ہے۔ جب کہ مذکورہ کتاب امریکہ، اسرائیل، لندن، اور دیگر یورپی ممالک میں بڑی تیزی سے فروخت کی جارہی ہے۔'الفرقان الحق' کے انٹر نیٹ ایڈیشن کی قیمت 49.19 امریکی ڈالر ہے۔

'الفرقان الحق' کے ناشرین ومتعلقین کی یہ کوشش ہے کہ اس کتاب کو ہر مسلمان کے گھر بلکہ اس کے دل ودماغ تک پہنچایا جائے اگرچہ اس بات کا یقین کہ مخلص مسلم سکالرز اور دانشوروں کی موجودگی میں یہ کام ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے تاہم انہوں نے اس کتاب کی تقسیم کا آغاز مندرجہ ذیل جگہوں سے کیا ہے:

1۔ امریکا کے بڑے بڑے کتب خانوں پر۔

2۔ 21ویں صدی کے مسیلمہ سلمان رشدی کی خصوصی توجہ سے لندن میں یہ کتاب بڑے پیمانے پر دستیاب ہے۔

3۔ کویتی مجلّہ 'الفرقان' کے مطابق اس کتاب کو خصوصاً کویت کے عجمی اداروں میں مفت تقسیم کیا جارہا ہے تاکہ مشنری مقاصد کی تکمیل ہوسکے اور آنے والی نسلوں میں اسلامی تشخص کی ایک مسخ شدہ شکل پیش کی جاسکے تاکہ وہ دینِ حنیف سے روگرداں ہوں۔ اس کتاب کا براہِ راست ٹارگٹ نوجوان طبقہ ہے جو امت مسلمہ کا قیمتی سرمایہ اور مستقبل کے قائدین ہیں بدقسمتی سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے بعض نوجوان اور اسکالرز اجماعِ امت کے خلاف جب باتیں کرتے ہیں تو وہ نہ صرف اجتماعی ساکھ کو نقصان پہنچا رہے ہوتے ہیں بلکہ اس سے امت کی وحدت کو بھی خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔

4۔ اس کتاب کی تقسیم کا دوسرا بڑا مقام ارضِ فلسطین ہے جہاں اسرائیل کے راستے کئی نسخے

پہنچائے گئے ہیں جن کو فلسطینی تعلیمی اداروں میں رائج کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔فلسطین کو اس کے لیے کیوں منتخب کیا گیا؟اس سوال کا جواب حاصل کرنا اس وقت آسان تر ہو جاتا ہے جب بنظر غائر یہ دیکھا جائے کہ اس امریکی کوشش میں اسرائیلی اہداف کو کس طرح تقویت دی گئی ہے۔

5۔ امریکی فرقان کے ایک نمائندے کی تقریر میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا کہ 17/04/2004 تک پیرس، لندن، واشنگٹن، اور دیگر کئی بڑے شہروں میں اسلامی وعربی سفارت کاروں کو اس کی تقسیم مکمل کی جا سکتی ہے۔20 اپریل 2004ء کو BBC نے اس کا نسخہ وصول کیا۔ اسی طرح فلسطین سے شائع ہونے والے عربی، انگریزی، اور عبرانی زبان کے مجلّات کے دفاتر میں 15 مئی 2004ء کو اس کے نسخے پہنچا دیئے گئے۔17 مئی 2004ء کو لندن سے شائع ہونے والے عربی مجلّات کے دفاتر کی طرف اس کو ارسال کیا گیا۔ مزید براں مذکورہ کتاب www.amazon.com کے علاوہ کئی دوسرے انٹرنیٹ لنکس پر دستیاب ہے۔ ہمارے لئے مقام افسوس بایں طور ہے کہ مسلم مفکرین واسکالرز کو اس بات کی خبر تک نہیں کہ اس فحش کتاب کو کس تیزی کے ساتھ نہ صرف غیر مسلم بلکہ مسلم علاقوں تک پہنچایا جارہا ہے۔

''الفرقان الحق'' کا تجزیاتی مطالعہ

☆ تاریخ اسلامی سے عدم واقفیت

موصوف نے اپنے انگریزی مقدمہ میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ 'الفرقان الحق' وہ پہلی کتاب ہے جس نے اسلامی قرآن کے چیلنج کا مسکت جواب دیا ہے اور اس سے پہلے تاریخ کے کسی دور میں اسلامی قرآن کے مقابل کوئی کوشش نہیں کی گئی۔لکھتا ہے:

> ''چودہ صدیاں قبل قرآن نے دنیا کو اس جیسی کتاب پیش کرنے کا جو چیلنج کیا تھا (اس کے مقابلہ میں) اب تاریخ میں پہلی مرتبہ الفرقان الحق ایک نئے انداز میں پیغمبرانہ پیغام پیش کرتا ہے''

شوروش مزید کہتا ہے کہ

> ''الفرقان الحق، مسلمانوں کو نہ صرف قرآنی دعویٰ کا جواب دے گا بلکہ یہ قرآنی تعلیمات پر اعتراضات کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی مضبوط، مکمل، اور روایتی

عربی زبان میں پیغمبرانہ پیغام بھی پیش کرتا ہے‘‘

شوروش کے مذکورہ بالا دعویٰ کے مطابق یہ وہ پہلی کتاب ہے جو قرآنی اسلوب کے مقابل تالیف کی گئی ہے اوریہی وہ فرقان ہے جس نے چودہ سو سال کے بعد پہلی مرتبہ قرآنی چیلنج کو قبول کیا ہے۔ درحقیقت اس کا یہ گمان مطلق جہالت کے سوا کچھ نہیں کیونکہ معاندین اسلام نے سینکڑوں بار شوروش سے بڑھ کر اسلامی قرآن کے مدمقابل کتابیں اور آیات افتراء کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے مسیلمہ، حمام وغیرہ جیسے کذابین و مدعیان نبوت نے اس وزن پر آیات گھڑی تھیں۔ ابن اثیر نے اپنی کتاب نے ’’اسدالغابۃ‘‘ میں بھی ایسی عبارات ذکر کی ہیں جو قرآن کے مقابلہ میں بنائی گئیں اور اس پر تنقیدی کلام بھی کیا ہے۔

☆ آیات قرآنیہ کا سرقہ

مزید برآں امریکی فرقان میں جہاں فاتحہ، القدر، المؤمنین، التوبہ، النساء، الطلاق، المائدہ، المنافقین، الکافرین اور الانبیاء جیسی سورتوں کے نام چوری کیے گئے ہیں وہیں بعینہ ایک دو حرف کی تحریف کے ساتھ قرآنی آیات کو بھی نقل کیا گیا ہے جو اس بات پر دال ہے کہ شاید الفرقان الحق قرآنی کلمات، عبارات، تراکیب، ہیئت، فواصل اور آیات کے توازن و ہم آہنگی سے مدد لیے بغیر کبھی معرض وجود میں نہ آ سکتا۔

☆ اسلام اور عیسائیت کے مابین محاربہ کی صہیونی کوشش

انیس شوروش کے دیگر مقاصد کے ساتھ ساتھ یہ مقصد بھی پوشیدہ نہیں کہ ’الفرقان الحق‘ دراصل اسلام اور عیسائیت کے مابین بُعد پیدا کرنے کی کوشش ہے کیونکہ یہودی ہونے کے باوجود اس نے اس کتاب میں عیسائی تعلیمات کو استعمال کرتے ہوئے اسلام کے ساتھ نفرت کا اظہار کیا ہے۔ لیکن منصف مزاج عیسائی دانشوروں نے شوروش کی اس کوشش کو کسی قسم کی قبولیت دینے سے انکار کر دیا ہے۔

☆ کتاب مذکور میں موجود تناقضات

1۔ شوروش کی اس کتاب میں جا بجا متناقضات ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں...... کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: چونکہ یہودیوں کے نزدیک بنی اسرائیل کے بعد کسی نبی یا رسول کا آنا ممکن نہیں جیسا

کہ شوروش 'الفرقان الحق' کی سورۃ انبیاء میں کہتا ہے۔ تو اس دعویٰ کے پیش نظر وہ دراصل عیسائیت کی بھی تنکیر کر رہا ہے جب کہ دوسری طرف وہ اپنی کتاب میں یشوع، الاناشید لسلیمان، انجیل متیٰ، انجیل مرقس، رؤیا القدیس یوحنا' جیسے الفاظ بھی استعمال کرتا ہے۔

2۔ شوروش کا بنایا ہوا قرآن عربی زبان میں ہے اور یہ اصول ہے کہ ''ما من نبی ارسل الابلسان قومہ ۔'' تو یہ الفرقان الحق کس طرح عربی زبان میں نازل ہو گیا؟ کیونکہ یہودی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا کو (نعوذ باللہ) غلام اور باندی کہتے ہیں بایں وجہ اس نسل سے نبوت نہیں چل سکتی (۳۱) کیونکہ بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام جبکہ اہل عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں تو الفرقان الحق کس طرح اہل عرب کے لیے نازل ہو سکتا ہے؟

3۔ امریکی قرآن کی سورۃ الکبائر کی آیت 9 کے الفاظ ہیں کہ ''مؤمنین منافقین''۔ ایک انسان مومن ہونے کے ساتھ کسی طرح منافق ہو سکتا ہے؟

4۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ شوروش نے بہت سی قرآنی آیات کا سرقہ کیا ہے تو جب اس کے بقول مسلمانوں کا قرآن (نعوذ باللہ) باطل ہے تو اس نے کیوں اس باطل قرآن کا سرقہ کیا؟ جیسا کہ وہ کہتا ہے "ومن يبتغ غير الانجيل والفرقان كتابا فلن يقبل منه"۔

اس کے علاوہ بھی سینکڑوں تضادات 'الفرقان الحق' میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

امریکا سے شائع ہونے والے الفرقان الحق کی اصلیت اور اس کے پس پردہ مکروہ عزائم کا پردہ چاک کرنے کے لیے یہ تحریر پیش کی گئی۔ اہل علم حلقہ سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اس سے باخبر ہونے کے بعد مغرب کے اس متعصّبانہ اقدام پر شدید اظہار مذمت کے ساتھ ساتھ اس کے چہرہ سے نقاب کشائی میں اپنا علمی فریضہ ادا کرتے رہیں گے۔

(ماخوذ از روزنامہ نوائے وقت، 30 جنوری 2009ء)

ایمانیات اور دین حق کا ثبوت
عقلی وفطری دلائل کی روشنی میں

مدّثر رشید

(پروفیسر سمیع اللہ قریشی ایک مشہور دانشور ہیں ہمارے مہربان اور حکمت بالغہ کے مستقل قاری ہیں وہ سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج جھنگ بھی تھے بعدازاں ڈائریکٹر تعلیمات (کالجز) کے عہدے سے ریٹائر ہو کر اب زیادہ وقت مطالعہ وغیرہ میں گزارتے ہیں انہوں نے سہ ماہی حکمت قرآن لاہور کے شمارہ اپریل تا جون 09ء سے یہ قیمتی مضمون اشاعت کیلئے فرمائش کی تھی ہمیں امید ہے کہ قارئین اس کو ازحد مفید پائیں گے)۔ادارہ

کلمہ طیبہ ہمارے دین کی بنیاد ہے اور کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں کہلا سکتا جب تک وہ اس کلمے کا اقرار نہ کرلے۔ پھر زبان سے اس کا اقرار کرنے کے بعد دل کی گہرائیوں سے اس پر یقین کیے بغیر اُخروی کامیابی حاصل کرنا ناممکن ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہماری دُنیوی و اُخروی نجات کا دارومدار اسی ایک کلمے پر ہے۔ یہ ہمارے دلوں میں جتنا گہرا راسخ ہوگا اتنا ہی ہمارا عمل دین اسلام کے مطابق ہوگا اور اتنا ہی زیادہ ہم اللہ کی رضا کے سزاوار ٹھہریں گے۔ لیکن اس کلمے کے بارے میں مسلم علماء کا یہ عام تصور ہے کہ اس کو دلائل سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی علوم میں علم الکلام میں اس پر کچھ بحثیں تو ہوئی ہیں لیکن ان تمام بحثوں میں زیادہ تر ’خدا کے وجود‘ (EXISTENCE OF GOD) کو ثابت کرنے کے دلائل دیے گئے ہیں اور ’خدا کی شناخت‘ (IDENTITY OF GOD) کے بارے میں کم از کم میرے قلیل علم میں کوئی قابل قدر بحث موجود نہیں ہے۔ اس لئے آج کے دور میں خدا کے وجود اور شناخت کے متعلق بہت سے شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں۔ بدقسمتی سے مسلمان بھی ان شبہات سے محفوظ نہیں ہیں‘ اور

خاص طور پر آج کے جدید سائنسی دور میں ہمارا پڑھا لکھا طبقہ اس بارے میں بہت سے اشکالات اپنے ذہنوں میں رکھتا ہے۔ چنانچہ اس مقالے کا مقصد سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کے وجود اور پھر اس کی شناخت کو عقلی، منطقی اور فطری دلائل کے ذریعے ثابت کرنا ہے۔ اس کے بعد دین اسلام میں باقی ایمانیات' بشمول حضرت محمد ﷺ کا خاتم النبیّین ہونا' کو ثابت کیا گیا ہے اس مقالے کا دوسرا مقصد بنی نوع انسان کو درپیش ایک بہت بڑے مسئلے کا حل تلاش کرنا ہے' اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنی اجتماعی زندگی گزارنے کے لئے کسی اجتماعی نظام کا محتاج ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کون سا نظام منتخب کیا جائے؟ اس وقت دنیا میں جو نظام پائے جاتے ہیں ہم ان کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

1) وہ جو انسانی عقل و شعور اور فکری ارتقاء کے نتیجہ میں دنیا کو حاصل ہوئے' مثلاً جمہوریت' سوشلزم وغیرہ۔

2) وہ نظام جن کے بارے میں دعویٰ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں۔

جہاں تک انسانوں کے بنائے ہوئے نظاموں کا تعلّق ہے تو ان کے ذریعے سے تو کبھی بھی دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا' اس لیے کہ ہر انسان یا انسانی معاشرے کی ایک اَنا ہوتی ہے جو یہ پسند نہیں کرتی کہ کوئی اس پر اس کی مرضی کے خلاف حکم چلائے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی بھی فریقین نے ایسا کرنے کی کوشش کی ہے دنیا میں شرّ و فساد اور خون خرابہ ہی ہوا ہے۔ جبکہ دوسری طرف وہ نظام ہیں جن کے بارے میں دعویٰ ہے کہ وہ خدا کے عطا کردہ ہیں' لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ان میں سے کون سا نظام اپنے دعویٰ میں سچا ہے؟ اس مقالہ سے (ان شاء اللہ) صحیح خدائی نظام کی نشاندہی بھی ہو جائے گی جس کے قیام سے دنیا امن و انصاف کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

چونکہ یہ بحث ایمانیات سے متعلق ہے' اس لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ایمان کا معنی سمجھ لیا جائے۔ ایمان 'امن' سے بنا ہے جس کے معنی سلامتی کے ہیں۔ لیکن جب ایمان کے بعد حرفِ جر 'بِ' آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں مان لینا۔ قرآن میں یہ لفظ اسی حرف کے ساتھ کئی مقامات پر آیا ہے' مثلاً:

لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِكَةِ وَ الۡكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ (البقرة:177)

''نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف کرلو، بلکہ حقیقتاً نیکی تو یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر، آخرت پر، فرشتوں پر، کتابوں اور نبیوں (علیہم السلام) پر''۔

سورۃ البقرہ کی یہ آیت ایمان کے لغوی مفہوم کے ساتھ ساتھ ایمان کی اصطلاحی تعریف بھی پیش کرتی ہے۔ چنانچہ اس آیت کی رو سے ایمان پانچ اَن دیکھے حقائق کو مان لینے کا نام ہے جن میں سب سے پہلے اللہ ہے اور پھر آخرت، فرشتے، آسمانی کتابیں اور انبیاء ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن وحدیث سے ایمان کا چھٹا جزو ایمان بالقدر بھی ثابت ہے۔ ان اَن دیکھے حقائق میں بھی سب سے پہلی اور بنیادی حقیقت 'اللہ' ہے۔ اگر اس کے وجود اور شناخت کو جان لیا جائے تو باقی ایمانیات خود بخود ثابت ہو جائیں گی۔ ایمانیات میں ایمان باللہ کی کس قدر اہمیت ہے، اس کا اندازہ درج ذیل نصوص سے لگایا جاسکتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّ الَّـذِیۡـنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ (حٰمٓ السجدۃ۔30)

''واقعی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا ربّ اللہ ہے پھر اس پر جم گئے، اترتے ہیں ان پر فرشتے یہ کہتے ہوئے کہ نہ تم خوف کھاؤ اور نہ غم کرو، اور اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا''۔

اسی طرح ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی بات بتایئے جس کے بعد عمل کی راہ ہموار ہوجائے اور میں راہ ہدایت پر گامزن رہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا!

(قُلۡ رَبِّیَ اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقِمۡ) (سنن الترمذی کتاب الزھد عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی حفظ اللسان)

''کہو میرا پروردگار اللہ ہے، پھر اس پر جم جاؤ''

اس لئے یہ ضروری ہے کہ سب سے پہلے ایمان باللہ کے بارے میں ثبوت پیش کیے جائیں۔ ایک بات تو طے شدہ ہے کہ انسان اللہ کی ذات کا حواسِ خمسہ سے یعنی دیکھ، سن، سونگھ، چھو کر یا ذائقہ سے ادراک نہیں کرسکتا۔ اور آج کل کے سائنسی دور میں یہ بات بہت عام ہے کہ ایسی کوئی بھی چیز، جسے ہم اپنے حواس سے نہ جان سکیں، اس کی کوئی حقیقت یا وجود نہیں ہوتا۔ اسی نظریہ کی بنا پر آج کل کے مغربی مفکّر خدا کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن یہ سراسر ایک غلط نظریہ ہے۔

ہمارے گردوپیش میں ایسی بہت سی چیزیں ہیں جنہیں ہم حواس سے نہیں جان سکتے مگر اس کے باوجود ہم نہ صرف ان کے وجود کے قائل ہیں بلکہ ان کو استعمال بھی کرتے ہیں۔اس کی آسان مثال آپ کے موبائل فون پر وصول ہونے والے سگنل کی ہے اگر کوئی آپ سے یہ پوچھے کہ آپ کے موبائل پر سگنل آ رہا ہے؟ تو آپ فوراً اپنے موبائل کی سکرین پر دیکھیں گے اور اس سوال کا جواب کسی شک وشبہ کے بغیر دے دیں گے؛ لیکن یہ سوال کہ کیا آپ نے اس سگنل کو دیکھا، سنا، سونگھا، چکھا یا چھوا ہے؟ کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔اس کے باوجود آپ نے اس کے وجود کی بلاشک وشبہ تصدیق کی اسی طرح کی مثال بجلی کی ہے کہ آپ حواسِ خمسہ سے ادراک کیے بغیر بلب کے جلنے یا بجھنے سے بجلی کے وجود اور عدم وجود کی تصدیق کرتے ہیں۔اسی طرح بلیک ہول (BLACK HOLE) اور اینٹی میٹر (ANTI MATTER) کی مثالیں ہیں جنہیں براہ راست نہیں دیکھا جاسکتا مگر آج تمام سائنسدان ان کے وجود کو بلا کسی شک وشبہ کے تسلیم کرتے ہیں' کیونکہ ان کے دوسرے اجسام پر ثقلی اثرات (GRAVITATIONAL EFFECTS) ان کے وجود کو ثابت کرتے ہیں۔ ایٹم، الیکٹران، پروٹان یا توانائی (ENERGE) کو کس نے دیکھا؟ لیکن سب ان کے وجود کو مانتے ہیں۔ یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ بعینہٖ یہی معاملہ تو اللہ تعالیٰ کا بھی ہے کہ اگر چہ ہم اس کے وجود کو حواس خمسہ سے براہِ راست نہیں جان سکتے مگر اس کے اثرات کا مشاہدہ شب وروز کرتے ہیں' اور یہی وہ اثرات ہیں جن کی طرف اللہ نے توجہ دلائی ہے انہیں 'آیات' کہا جاتا ہے۔قرآن میں ایسی تین قسم کی آیات ہیں:

(ا) **آیات آفاقیہ** (SIGNS OF CREATIONS)

یہ آیات اس کائنات میں پھیلی ہوئی بے شمار (بے جان یا جان دار) مخلوقات پر مشتمل ہیں اور ان مخلوقات کا عدم سے وجود میں آنا ہی اللہ کے وجود کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ان آیات کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے:

وَ فِیۡ خَلۡقِکُمۡ وَمَا یَبُثُّ مِنۡ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ O وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّھَارِ وَ مَا اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِھَا وَ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَO (الجاثیۃ: 5,4)

''اور خود تمہاری پیدائش میں اور ان جانوروں کی پیدائش میں جنہیں وہ پھیلاتا ہے' یقین رکھنے والی قوم کے لئے (بہت سی) نشانیاں ہیں۔ اور رات اور دن کے بدلنے میں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ آسمان سے رزق (بارش کی صورت میں) نازل فرماتا ہے' پس اس (بارش) سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے' اور ہواؤں کے بدلنے میں بھی ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں' نشانیاں ہیں''۔

سورۃ الواقعہ میں ارشاد ہوا کہ:

اَفَرَءَ یْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ O ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ O

''بھلا دیکھو تو جو کچھ تم بوتے ہو اسے تم ہی اگاتے ہو یا (اس کے) اگانے والے ہم ہیں؟''

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں ہم ذرا غور کریں تو یقیناً ہم اپنے ارد گرد پھیلی ہوئی ایسی بے شمار چیزوں سے واقف ہیں جو وجود میں آنے کے لئے کسی نہ کسی خالق کی محتاج ہیں۔ بتایئے کون اَن دیکھا خالق ہے جو زمین کی گہرائیوں میں بیج سے درخت یا پودہ اُگا رہا ہے اور جاندار ماداؤں کے پیٹ میں نطفے سے طرح طرح کے جاندار بشمول انسان تخلیق کر رہا ہے۔ وہی یقیناً خدائے یکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ O (الطور: 35)

''کیا وہ کسی چیز کے بغیر پیدا کیے گئے ہیں یا خود (اپنے) خالق ہیں؟''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں سے خطاب کرتے ہوئے فرما رہے ہیں جو کسی خدا کے وجود کے منکر ہیں' کہ یہ لوگ ذرا غور کریں کیا وہ بغیر کسی چیز کے وجود میں آ گئے ہیں؟ انسانی عقل اس چیز کا انکار کرتی ہے کہ انسان بغیر کسی مادے کے وجود میں آ گیا ہو۔ اور انسان کسی بھی چیز سے بنا ہے تو اس چیز کا بھی تو کوئی خالق ہوگا! یا وہ خود ہی اپنے خالق ہیں۔ انسان اس بات کو بھی مانتا ہے کہ وہ خود اپنا خالق نہیں ہے' تو ثابت ہوا کہ انسان کے علاوہ کوئی اور اس کا خالق ہے' اور وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر غور کیا جائے کہ نباتات و جمادات کی تخلیق سے متعلق جتنے بھی مغربی نظریات ہیں' جن میں چارلس ڈارون کا نظریۂ ارتقاء سرفہرست ہے' تو یہ پتہ چلے گا کہ یہ محض نظریات ہی ہیں جن کو آج تک ثابت نہیں کیا جا سکا۔ کیونکہ یہ خود ہی بعض مخلوقات کو اس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ بعض چیزوں کا خالق تو ہو اور بعض بغیر کسی خالق وجود

میں آ جائیں؟ اس حقیقت کا بھی مشاہدہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی انسان کرسی یا میز کو اگانا چاہے یا نباتات و جمادات میں سے کسی کو تخلیق کرنا چاہے تو یہ بھی اس کے بس کی بات نہیں۔ اسی طرح انسان اپنی پیدائش کے علاوہ اپنی موت کا بھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کب آئے گی؟ انسان کی یہ بے بسی بذات خود خدا کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے، جس کو اللہ نے سورۃ الواقعہ میں اس طرح بیان کیا ہے:

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ O وَ اَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ O وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَ لٰكِنْ لَّاتُبْصِرُوْنَ O فَلَوْ لَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَمَدِيْنِيْنَ O تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَO

''پس کیوں نہیں، جب جان ہنسلی (گردن کی ہڈی) تک پہنچ جاتی ہے۔ اور تم اس وقت (آنکھوں سے) اس (مرنے والے) کو دیکھ رہے ہوتے ہو۔ اور ہم اس (مرنے والے شخص) سے تمہاری نسبت بہت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھ نہیں سکتے۔ پس کیوں نہیں، تم اگر کسی کے ماتحت نہیں ہو تو کیوں نہیں پھیر لیتے اس روح کو اگر تم (اپنے قول میں) سچے ہو؟''

(ب) آیاتِ ایام

(SIGNS OF THE RUINS OF LOST CIVILIZATIONS)

دوسری قسم کی آیات جن کا قرآن میں کثرت سے ذکر ملتا ہے اس دنیا سے نیست و نابود ہونے والی تہذیبوں کے کھنڈرات ہیں جن کو ان کے جرائم کی پاداش میں اللہ نے شدید ترین عذاب کا مزہ چکھایا۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ یوں توجہ دلاتے ہیں:

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِىَ ظَالِمَةٌ فَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِيْدٍO اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَا اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَاتَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِO (الحج)

''پس کتنی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا جبکہ وہ ظالم تھیں پس وہ اپنی چھتوں

کے بل اوندھی پڑی ہیں، اور بہت سے (آباد) کنویں بے کار پڑے ہیں اور بہت سے (پختہ اور بلند) محل ویران پڑے ہیں۔ کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی؟ جو ان کے دل ہوتے جن سے وہ سمجھتے، یا کان ہوتے جن سے وہ سنتے۔ پس اصل میں آنکھیں اندھی نہیں ہوتی بلکہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں"۔

اس جیسی متعدد آیات قرآن کریم میں موجود ہیں۔

اگر ذرا غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اگر کسی قوم پر دشمن کا حملہ ہو جائے یا وہ کسی بڑی قدرتی آفت کا شکار ہو جائے تو اس کے نتیجہ میں پوری کی پوری قوم تباہ نہیں ہوتی یا پوری کی پوری تہذیب صفحۂ ہستی سے نہیں مٹ جاتی بلکہ ایک خاص حصہ یا خاص تعداد اس مصیبت سے دوچار ہوتی ہے۔ مگر مندرجہ بالا آیات بتا رہی ہیں کہ پوری کی پوری تہذیبیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں اور اب صرف ان کے کھنڈرات ہی باقی رہ گئے ہیں، یہ کھنڈرات اس پر شاہد ہیں کہ کوئی طاقت ہے جس نے ان بستیوں کو کسی جرم کی پاداش میں پکڑ لیا تھا اور ایسی تباہی ان پر مسلط کی تھی کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ یہی قوی اور قادرِ مطلق ہستی ہی تو خدائے باری تعالیٰ ہے۔

(ج) آیات معجزات (SIGNS OF MIRACLES)

یہ وہ آیات ہیں جو کسی قوم کے پاس جب آ جاتی تھیں تو اُن کے پاس شک کی گنجائش ختم ہو جاتی تھی۔ یہ وہ معجزات تھے جو اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں علیہم السلام کے ذریعے قوموں کو دکھاتا تھا جس کے ذریعے وہ رسول اپنی قوم کو کھلا چیلنج کرتے تھے۔ اب ذرا سوچئے کہ اگر ایسا معجزہ کھلے چیلنج کے ساتھ سامنے آ جائے اور کوئی اس چیلنج کو پورا نہ کر سکے تو واقعتاً حق واضح ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ یہ انسانی کام ہے تو پھر کیوں نہیں اس چیلنج کا جواب لے آتا؟ اور اگر کوئی اللہ کے علاوہ کسی اور کو رب ٹھہراتا ہے تو اس کا رب اس چیلنج کا جواب کیوں نہیں دیتا؟ چنانچہ سابقہ ادوار میں معجزے اور اس پر کھلا چیلنج آ جانے کے بعد حق واضح ہو جاتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کے سامنے معجزات پیش کیے تو اس نے چوٹی کے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں پر جمع کر لیے۔ پہلے ان جادوگروں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں جو سانپ بن گئیں۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تو اس کے بعد کا منظر سورۃ الاعراف میں یوں بیان کیا

گیا ہے:

وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنۡ اَلۡقِ عَصَاکَ فَاِذَا ہِیَ تَلۡقَفُ مَا یَاۡفِکُوۡنَ O فَوَقَعَ الۡحَقُّ وَ بَطَلَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ O فَغُلِبُوۡا ہُنَالِکَ وَانۡقَلَبُوۡا صٰغِرِیۡنَ O وَ اُلۡقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیۡنَ O قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ O (117-121)

''اور ہم نے موسیٰؑ کو حکم دیا کہ اپنا عصا ڈال دیجئے' سو (عصا کا ڈالنا تھا کہ) اچانک اس نے ان کے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کر دیا۔ پس حق ظاہر ہو گیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا تھا سب اکارت جاتا رہا۔ پس وہ لوگ اس موقع پر مغلوب ہو گئے اور خوب ذلیل ہو کر رہے۔ اور جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے۔ وہ (جادوگر) کہنے لگے ہم ایمان لے آئے ربّ العالمین پر''۔

اوپر کی آیات میں لفظ ''فَوَقَعَ الۡحَقُّ'' یعنی ''حق واضح ہو گیا'' توجہ طلب ہے۔ یہ اس لئے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آل فرعون پر عصائے موسیٰ اور جادوگروں کے ایمان کے ذریعے حق واضح کر دیا تھا' لیکن انہوں نے پھر بھی تسلیم نہ کیا جس پر انہیں غرق کر دیا گیا۔ حق واضح ہو جانے کے باوجود آلِ فرعون کا اس کو جھٹلانا اللہ کے ہاں کس قدر ناپسندہ فعل تھا، اس کا اندازہ درج ذیل آیات سے ہوتا ہے:

وَلَقَدۡ جَآءَ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ النُّذُرُ O کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا کُلِّہَا فَاَخَذۡنٰہُمۡ اَخۡذَ عَزِیۡزٍ مُّقۡتَدِرٍ O (القمر 42,41)

''اور آل فرعون کے پاس بھی ڈرانے والے آئے انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انہیں ایک غالب قوی پکڑنے والے کی طرح پکڑ لیا''۔

اب ذرا سوچئے کہ آیات معجزات کے آنے سے پہلے تو صرف یہ ثابت ہوا تھا کہ کوئی خالق ہے جو تمام مخلوقات یعنی نباتات و جمادات تخلیق کر رہا ہے یا کوئی طاقت ور ہستی ہے جس نے ان قوموں اور تہذیبوں کو کسی جرم کی پاداش میں نیست و نابود کر دیا۔ لیکن ابھی یہ ثابت نہیں ہوا تھا کہ وہ ہے کون؟ اس کی صفات کیا ہیں؟ وہ ایک ہی ہے یا کئی ہیں؟ یا دوسرے لفظوں میں یہ جاننا ممکن نہیں تھا کہ کس کے خدا کو صحیح مانا جائے' مسلمانوں کے ''اللہ'' کو، عیسائیوں کے ''اقانیم ثلاثہ''

کو، یہودیوں کے ''یہواہ'' کو یا ہندوؤں کے ''بھگوان'' کو؟ غرضیکہ خدا کا وجود تو ثابت تھا مگر اس کی شناخت نہیں ہوئی تھی لیکن اس معجزے اور اس پر کھلے چیلنج کے آجانے کے بعد حق واضح ہو گیا اور خالق کائنات کی شناخت بھی ہو گئی۔

سورۃ البقرۃ میں تو اللہ تعالیٰ نے حق واضح کرنے کے اس طریقے کو اپنی سنت کے طور پر بیان کیا ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ ۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا ۢ بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ O (213)

''دراصل لوگ ایک ہی گروہ تھے' تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبریاں دینے اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائیں تا کہ وہ لوگوں کے ہر اختلافی امر کا فیصلہ کر دیں۔ اور صرف انہی لوگوں نے اس (کتاب) میں اختلاف کیا جن کو وہ کتاب دی گئی تھی' اپنے پاس دلائل (معجزات) آجانے کے بعد' آپس کے بغض وعناد کی وجہ سے۔ پس اللہ نے ایمان والوں کی اس اختلاف میں بھی حق کی طرف اپنی مشیت سے رہنمائی فرمائی۔ اور اللہ جس کی چاہتا سیدھی راہ کی طرف راہنمائی فرماتا ہے''۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہمارے اوپر بھی حق واضح ہے یا نہیں؟ اور کیا ہمارے پاس بھی یہ تینوں قسم کی آیات موجود ہیں یا نہیں؟ آیاتِ آفاقیہ تو سابقہ امتوں کی طرح ہمارے سامنے بھی اسی طرح موجود ہیں۔ اور خاص طور پر سائنس وٹیکنالوجی میں اس قدر ترقی کے بعد یہ پہلو جس طرح ہم پر واضح ہے پہلے کسی امت پر نہیں تھا۔ آیاتِ ایام بھی ہمارے سامنے ہیں۔ اور اب تو ہمیں ان کو جا کر دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے' ہم ٹی وی یا کمپیوٹر پر ان کھنڈرات کی زیارت گھر بیٹھے کر سکتے ہیں۔ اور پھر قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ شعیب، قومِ فرعون وغیرہ کے کھنڈرات کے

علاوہ اب تک ایسے اور بہت سے کھنڈرات دریافت ہو چکے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں نہیں آیا۔ خود ہماری سرزمین پاکستان میں ٹیکسلا، ہڑپہ اور موہنجوداڑو کے کھنڈرات موجود ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا آیت معجزہ اور اس پر کھلا چیلنج بھی ہمارے پاس موجود ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب ہے ہاں، اور وہ ہے ''قرآن مجید''، جس پر کھلا چیلنج اللہ کی طرف سے یہ ہے:

وَاِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ وَادۡعُوۡا شُہَدَآءَکُمۡ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ O فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُہَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَۃُ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ O(البقرۃ)

''اور اگر تمہیں اس پر کوئی شک ہے جو ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر نازل کیا ہے تو پھر لے آؤ اس جیسی ایک سورت اور بلا لو اپنے مددگاروں کو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔ پس اگر تم ایسا نہ کر سکو اور (سن لو کہ) تم ایسا کبھی بھی نہیں کر سکتے، تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن ہوں گے انسان اور پتھر جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے''۔

یہ چیلنج جیسا کہ آپ کو معلوم ہے سورۃ الکوثر، سورۃ العصر اور سورۃ النصر جیسی چھوٹی سورتوں پر بھی تھا جو صرف تین تین آیات پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے بھی سورۃ الکوثر صرف دس الفاظ پر مشتمل ہے۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ یہ چیلنج ان لوگوں کے سامنے رکھا گیا تھا جو فصاحت و بلاغت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ خاص طور پر شعر و شاعری میں تو ان کے شوق کا یہ عالم تھا کہ ان کے ہاں سالانہ مشاعرے منعقد ہوتے تھے اور بہترین شاعر کو جمیع شعراء سجدہ کرتے تھے، لیکن وہ قوم بھی قرآن کی نظیر نہ لا سکی۔ یہ چیلنج آج 1400 سال گزرنے کے بعد بھی اسی طرح قائم و دائم ہے اور ربّ العزت کے یہ الفاظ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا اسی طرح کائنات کی وسعتوں میں گونج رہے ہیں۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال پہلے ایک اور وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ ہمیں اپنی نشانیاں دکھائے گا آفاق عالم میں بھی اور خود ہمارے اپنے نفوس میں بھی، یہاں تک کہ یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہی حق ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

سَنُرِیۡہِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَہُمۡ اَنَّہُ الۡحَقُّ ط اَوَلَمۡ

يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ O (حٰمٓ السجدة/ فصّلت)

''عنقریب ہم انہیں نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل جائے گا کہ یہی حق ہے۔ کیا آپ کے رب کا ہر چیز پر گواہ (واقف اور آگاہ) ہونا کافی نہیں؟''

تو یہ وعدہ بھی اب اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا ہے۔ جدید دور میں اس کا ظہور سب سے پہلے 1976ء میں ہوا جب ایک فرنچ ڈاکٹر موریس بکائے نے ایک کتاب "THE BIBLE,THE QURAN AND SCINCE" لکھی۔ اس میں اس نے یہ ثابت کر دیا کہ قرآن میں ایسی بہت سی آیات ہیں جن میں اس کائنات کے بارے میں سائنسی معلومات (SCIENTIFIC INFORMATION) دی گئی ہیں۔ لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ایک بھی آیت ایسی نہیں جو جدید دریافت شدہ سائنسی حقائق سے ٹکراتی ہو۔ چنانچہ اس نے اعتراف کیا کہ یہ رب العالمین اللہ ہی کی طرف سے ہوسکتا ہے۔ اس کا بیان مندرجہ ذیل ہے:

"THE ABOVE OBSERVATION MAKES THE HYPOTHESIS ADVANCED BY THOSE WHO SEE MUHAMMAD AS THE AUTHOR OF QUR'AN UNTENABLE. HOW COULD A MAN, FROM BEING ILLITERATE, BECOME THE MOST IMPORTANT AUTHOR, IN TERMS OF LITERARY MERITS, IN THE WHOLE OF ARABIC LITERATURE? HOW COULD HE THEN PRONOUNCE TRUTHS OF A SCIENTIFIC NATURE THAT NO OTHER HUMAN-BEING COULD POSSIBLY HAVE DEVELOPED AT THAT TIME, AND ALL THIS WITHOUT ONCE MAKING THE SLIGHTEST ERROR IN HIS PRONOUNCEMENT ON THE

SUBJECT? ‘‘ [DR. MAURICE BUCAILLE (AUTHOR OF "THE BIBLE, THE QUR’AN AND SCIENCE"), FRENCH ACADEMY OF MEDICINE , 1976]

’’درج بالا بحث اُن لوگوں کے مفروضے کو جو محمد (ﷺ) کو قرآن کا مصنف گردانتے ہیں‘ غلط ثابت کرتی ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص اور اس پر مستزاد ایک اَن پڑھ شخص پورے عربی ادب کا ادبی معیارات کے مطابق سب سے اہم مصنف ّبن جائے؟ اور پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اُن سائنسی حقائق کا انکشاف کرے جسے کوئی بھی انسان اُس دور میں دریافت نہ کرسکتا تھا اور وہ یہ سب اس مقالے میں کسی غلطی کے بغیر کرے؟‘‘

پھر اس کے کچھ عرصہ بعد 1994ء میں پروفیسر کیتھ ایل مور‘ جو کینیڈین ایسوی ایشن آف اناٹومسٹ کے صدر بھی رہ چکے تھے‘ نے اپنی ریسرچ کے بعد اس حقیقت کا اعتراف کرلیا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اس نے اس حقیقت کا اظہار ایک کانفرنس میں اس طرح کیا:

"IT HAS BEEN A GREAT PLEASURE FOR ME TO HELP CLARIFY STATEMENTS IN THE QUR'AN ABOUT HUMAN DEVELOPMENT. IT IS CLEAR TO ME THAT THESE STATEMENTS MUST HAVE COME TO MUHAMMAD FROM GOD, OR ALLAH, BECAUSE MOST OF THIS KNOWLEDGE WAS NOT DISCOVERED UNTIL MANY CENTURIES LATER. THIS PROVES TO ME THAT MUHAMMAD MUST HAVE BEEN A MESSENGER OF GOD, OR ALLAH. " [PROF. KEITH L. MOORE (FORMER PRESIDENT OF THE CANADIAN ASSOCIATION OF ANATOMISTS, AUTHOR OF "THE

DEVELOPING HUMAN"), MUSLIMS WORLD LEAGUE, MAKKAH AL-MUKARRAMMAH, 1995]

''یہ میرے لئے بڑی خوشی کا مقام رہا ہے کہ میں قرآن میں درج (رحمِ مادر میں) ارتقائے انسانی کے متعلق بیانات کی وضاحت کروں۔ میرے نزدیک یہ بات واضح ہے کہ یہ بیانات محمد (ﷺ) تک لامحالہ خدا یا اللہ ہی کی طرف سے آئے تھے' کیونکہ اس علم کا بیشتر حصہ بہت صدیوں بعد جا کر منکشف ہوا ہے۔ میرے نزدیک یہ بات ثابت کرتی ہے کہ محمد (ﷺ) لامحالہ خدا یا اللہ کے پیغمبر ہی تھے۔''

سبحان اللہ! یعنی اب حقیقت اتنی واضح ہوگئی ہے کہ غیر مسلم نے بھی اس کا اعتراف کرلیا ہے۔ گویا ان حقائق یعنی معجزے اور اس پر کھلے چیلنج اور قرآن میں سائنسی حقائق دریافت ہو جانے کے بعد بھی اگر کوئی ''لا الٰہ الا اللہ'' کا اعتراف نہیں کرتا تو یہ کہنا پڑے گا کہ وہ ایسا کرنا ہی نہیں چاہتا۔ سابقہ اُمتوں کی طرح کھلے چیلنج کے ساتھ معجزہ پیش کر دینے کے بعد اب ہمارے پاس بھی جھٹلانے کا کوئی جواز نہیں رہا' اور اس کے آجانے کے بعد بھی قرآن کا انکار کرنے والوں پر اللہ کی حیرت مندرجہ ذیل آیت سے ظاہر ہے:

تِلْكَ ايٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَ ايٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ O (الجاثیہ:6)

''(اب) یہ ہیں اللہ کی آیات جنہیں ہم آپ کو راستی سے سنا رہے ہیں' پس اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کے آجانے کے بعد یہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟''

پھر قرآن کا انکار کرنے والوں پر اللہ کا حیرت کے ساتھ ساتھ غصّہ مندرجہ ذیل آیات سے محسوس کیا جاسکتا ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ O وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ O اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ O فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ O لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ O تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ O اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ O (الواقعة-75)

''پس میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے ڈوبنے (کی جگہ) کی۔ اور اگر تمہیں علم ہوتا' تو یہ

بہت بڑی قسم ہے (جو ہم نے کھائی ہے)' کہ بے شک یہ بہت عزت والا قرآن ہے۔
جو ایک محفوظ کتاب میں (درج) ہے جسے ہاتھ نہیں لگاتے مگر پاک صاف (فرشتے)
یہ ربّ العالمین کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔ تو کیا تم ایسی بات کو سرسری اور معمولی سمجھ
رہے ہو؟''

جیسا کہ پہلے بیان ہوا تھا کہ ایمانیات میں سب سے اہم تو ایمان باللہ ہی ہے اور اس کے ثابت ہو جانے کے بعد باقی ایمانیات خود بخود ثابت ہو جائیں گی' تو جان لیجیے کہ باقی ایمانیات کے لئے درج ذیل آیات ہی کافی ہیں:

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ (البقرۃ: 177)

''بلکہ حقیقتاً نیکی تو اُس کی ہے جو ایمان لایا اللہ پر' اور آخرت کے دن پر' اور فرشتوں پر' اور کتابوں پر اور نبیوں پر۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا O (الاحزاب: 40)

''(لوگو!) محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں' لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں پر مہر ہیں۔ اور اللہ ہر چیز کا (بخوبی) جاننے والا ہے''۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَO (البقرۃ: 136)

''(اے مسلمانو!) تم سب کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر بھی جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب (علیہم السلام) اور (ابراہیم کی) اولاد (یعنی دوسرے انبیاء) پر نازل ہوا' اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا دوسرے پیغمبروں کو اُن کے ربّ کی طرف سے۔ ہم اُن میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں

کرتے' اور ہم اسی (اللہ) کے فرمان بردار ہیں''۔

چنانچہ مندرجہ بالا آیات سے سب سے پہلے تو کلمے کے دوسرے حصے یعنی ''محمدٌ رّسول اللہ'' پر ایمان ثابت ہو گیا اور پھر سب ایمانیات یعنی آخرت، ملائکہ، سابقہ رُسل علیہم السلام اور اُن پر نازل ہونے والی کتابیں ثابت ہو گئیں۔ گویا قرآن ہی وہ چیز ہے جو پہاڑ کی طرح ہماری ایمانیات کو تھامے ہوئے ہے جس کو ہلانا ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ کائنات میں کوئی اور چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی شناخت کو بھی ثابت کر دے۔ اب آپ کو اللہ کی اس عظیم نعمت کا احساس ہو گیا ہو گا کہ اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدائش دین حق پر کی جس کو دلائل سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ باقی جمیع ادیان خواہ یہودیت ہو' عیسائیت ہو یا ہندومت' اپنے کسی عقیدہ و عمل کو ثابت نہیں کر سکتے۔ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک چیلنج کے انداز میں بیان کیا ہے:

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَO (المؤمنون-117)

''اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں' تو اس کا حساب تو اُس کے رب کے پاس ہی ہے (وہ اس کا حساب چکا دے گا)' بے شک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔''

یہاں ذرا توجہ فرمائیے کہ رسولوں علیہم السلام کو دیے گئے معجزات کے علاوہ اُن کی صداقت و امانت اور حسن کردار بھی حجت ہوا کرتے تھے۔ لیکن سابقہ تمام اُمتوں میں یہ بھی اُمت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اعزاز ہے کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ مطہرہ کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا ہے اور آپ ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریرات کو براہِ راست آپ ﷺ کی ذات سے لے کر ائمہ مصنّفین تک راویوں کے حالات سمیت محفوظ کر لیا گیا ہے' اور اس ذخیرہ کی انسانی وسائل کی بنیاد پر سو فیصد تحقیق کر لی گئی ہے۔ اس لیے اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ آیت معجزہ یعنی قرآن دینے کے ساتھ ساتھ اس نے نبی پاک ﷺ کے صادق اور امین کردار اور ان کے بے شمار معجزات کو قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے سامنے

من وعن پیش کرنے کا بھی بندوبست کر دیا ہے' جو بذاتِ خود دین اسلام میں ایمانیات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔

(د) دین حق کی شناخت

خدا کی شناخت کے ساتھ اجتماعی نظامِ حق کی شناخت کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا' انسانوں کے مابین باہمی اختلاف کو صرف اسی طرح ختم کیا جا سکتا کہ انسانی آزادی کا خاص خیال رکھا جائے' یا دوسرے لفظوں میں اس امر کو لازمی بنایا جائے کہ کوئی کسی پر حکم نہ چلائے۔ یہ سب کچھ اُسی وقت ممکن ہے کہ سچے خدا کے وجود اور اس کی شناخت ہو جانے کے بعد اس کے پسند کیے ہوئے دین حق کو پوری دنیا پر نافذ کر دیا جائے۔ کیونکہ اس طرح کسی بھی انسان کو اپنے جیسے کسی دوسرے انسان کا حکم ماننے کی ضرورت نہیں رہے گی اور سب مل کر اب معبودِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننے کے پابند ہوں گے۔ چنانچہ اجتماعی نظام کے اس خلا کو اسلام نے پُر کر دیا ہے۔ کلمۂ طیبہ کا یہ ثبوت اُن تمام اعتراضات کو بھی رفع کر سکتا ہے جو اسلام کے معاشرتی، معاشی اور سیاسی نظام کے خلاف اہل مغرب اور بدقسمتی سے ہمارا ''روشن خیال'' طبقہ اٹھاتا ہے۔ اسلامی نظام کا مقصد اس کے زیر اثر رہنے والے انسانوں کو دوزخ سے بچانا ہے' جو وہ گناہِ کبیرہ کر کے اپنے اوپر واجب کر لیتے ہیں۔

اسلامی اجتماعی نظام کے جن اصولوں پر عام طور پر تنقید ہوتی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

اسلام کا معاشرتی نظام

1۔ مخلوط معاشرت پر پابندی اور عورت کے لئے کم سے کم ستر اور زیادہ سے زیادہ سارے بدن بشمول چہرے کا پردہ۔ [النور: 31' الاحزاب: 59,53,33]

2۔ شراب پر پابندی۔ [المائدۃ: 91,90]

اسلام کا معاشی نظام

1۔ تمام چیزیں اللہ کی ملکیت ہیں اور انسان ان کو صرف امانت کے طور پر استعمال کر سکتا ہے۔
[آلِ عمران: 180۔ المنافقون: 7۔ الحدید: 7]

2۔ سوداور جوئے پر پابندی۔[البقرۃ:275،279۔المائدۃ:9،91]۔

اسلام کا سیاسی نظام

1۔ حاکمیت صرف اللہ کی ہےاور انسانوں کے لئے صرف خلافت ہے۔[یوسف:40۔ بنی اسرائیل :111۔ الاحقاف:26]

2۔ ملک کا کوئی بھی قانون قرآن و سنت محمدی ﷺ کے منافی نہیں ہوسکتا۔ [النساء:59۔الحجرات:1]

اوپر دیے گئے اصولوں سے یہ بآسانی اَخذ کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی نظام کا مقصد انسانوں کو گناہِ کبیرہ کرنے سے روکنا ہے تا کہ وہ ان کا ارتکاب کر کے دوزخ کے حق دار نہ بن جائیں۔اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اسلامی نظام ایک سخت نظام کی بجائے اللہ کی نعمت کے طور پر سامنے آئے گا جس میں انسانوں کو سیاسی نظام میں جاگیرداری،ظلم، انارکی' اور معاشی نظام میں بغض،حسد،تکبر،بخل، دنیا پرستی' اور معاشرتی نظام میں بے حیائی اور زنا سے بچانے کا مکمل انتظام کیا گیا ہے۔اس لحاظ سے دنیا کا کوئی بھی نظام اسلام سے بہتر نہیں ہے' کیونکہ ان تمام نظاموں میں بس انسان کی دنیاوی فلاح و بہبود اور دنیاوی تکالیف سے بچاؤ کی تدابیر تو موجود ہیں مگر اُخروی فلاح اور ہمیشہ کی تکلیف سے بچاؤ کے لئے کوئی تدبیر نہیں کی گئی۔

ان تمام حقائق کو جاننے کے بعد اب آیئے آخر میں ان دو اصطلاحات کی حقیقت جاننے کی کوشش کرتے ہیں جن کا آج کل بڑا چرچا ہے۔ ان میں ایک تو ہے جمہوریت (DEMOCRACY)' جس کا زبان زدِعام ہونا کسی شک وشبہ سے بالا تر ہے'اور اب تو خاص طور پر ہماری دینی جماعتوں نے بھی بڑھ چڑھ کر اس کا راگ الاپنا شروع کر دیا ہے۔ دوسری اصطلاح ہے روشن خیالی (ENLIGHTENMENT)' جس کو خصوصاً پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں بڑی ترویج ملی ہے۔تو یہ جان لیجیے کہ جمہوریت کا سیدھا سا مطلب ہےعوام کی حاکمیت' عوام کے لئے اورعوام کے ذریعے: ___(GOVERNMENT OF THE PEOPLE, FOR THE PEOPLE, BY THE PEOPLE)___ جمہوریت کے اس تصور میں ایک حصہ تو بالکل واضح طور پر اسلامی نظریے کے خلاف ہے'اور وہ ہے جمہور کی

حاکمیت ۔اس پوری کائنات پر حاکمیت کا حق اللہ تعالیٰ کا ہے جس نے اسے اور اس میں موجود تمام مخلوق کو تخلیق کیا ہے' اور کسی غیر اللہ کا' چاہے وہ بادشاہ ہو یا عوام' حاکمیت کا دعویٰ کرنا سراسر شرک ہے اور ظلم عظیم ہے۔ رہی بات تصورِ جمہوریت کے باقی حصے کی کہ ''حکومت عوام کے لئے اور عوام کے ذریعے''، جس کا مطلب الیکشن کے ذریعے حکمران کا چننا ہے' تو اس کو باطل قرار دینا مناسب نہیں۔ کوئی اسلامی ریاست اس طریقے سے اپنا حکمران چننا چاہے تو ایسا کرسکتی ہے' اور قرآن کی سورۃ الشوریٰ' آیت 38 میں اَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ کے الفاظ میں اس کی طرف اشارہ بھی ملتا ہے۔ چنانچہ اگر یہ مستحب نہیں تو کم از کم مباح ضرور ہے۔ لیکن اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ چونکہ اسلامی ریاست کا حکمران صرف مسلمان ہی ہوسکتا ہے کوئی غیر مسلم نہیں' اس لیے خلیفہ کے انتخاب کے معاملے میں صرف مسلم عوام کو ہی ووٹ کا حق حاصل ہوگا۔ بہرحال یہ بات تو طے شدہ ہے کہ یہ طریقہ کسی نظام کو چلانے اور بہتر ہاتھ فراہم کرنے کا ذریعہ تو ہوسکتا ہے لیکن اس طریقے سے اسلامی نظام قائم کرنا یا کوئی بھی نظام بدلنا ممکن نہیں۔ چنانچہ جمہوریت کا یہ تصور کہ اللہ کی حکومت مسلمانوں کے ذریعے (GOVERNMENT OF ALLAH, BY THE MUSLIMS) ہی قابل قبول ہے' اور باقی تمام تصورات باطل ہیں۔

روشن خیالی کے لفظ کی حقیقت جس کو بے دھڑک استعمال کیا جارہا ہے' اکثریت کو معلوم نہیں ہے۔ اصل میں اٹھاویں صدی عیسوی میں یورپ میں ایک نظریاتی اور فکری انقلاب آیا جس کو اُس وقت کے مفکرین نے روشن خیالی کا دور (AGE OF ENLIGHTENMENT) قرار دیا۔ اس کا پس منظر یہ تھا کہ پانچویں صدی عیسوی میں یورپ میں اُس وقت کے مذہبی پیشواؤں نے قوم کی اخلاقی اقدار کو محفوظ رکھنے کی غرض سے ایسے تمام علوم کو حرام قرار دے دیا تھا جو انسان کو سوچنے پر اکساتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ دلائل جن کے ذریعے عیسیٰ علیہ السلام نے اُن پر حق واضح کیا تھا' وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب تاریخ میں دفن ہو گئے تو ان کو خطرہ لاحق ہوا کہ ان دلائل کی غیر موجودگی میں سائنس اور فلسفے جیسے مضامین پڑھ کر کہیں لوگ گمراہ نہ ہو جائیں۔ اس کے نتیجے میں اہل یورپ کی سوچ پر تالے پڑنے کی وجہ سے ان کا ذہنی ارتقاء جو کہ کسی بھی قوم یا تہذیب کی ترقی اور خوش حالی کے لئے لازم ہوتا ہے' منجمد ہو کر رہ گیا۔ اس لئے بعد میں مغربی مفکرین نے

اُس دَور کوظلمت کا دَور (DARK AGES) کا نام دیا۔ ویسے تو یہ دور گیارہویں صدی عیسوی تک رہا لیکن کسی نہ کسی انداز میں اس کے اثرات سترہویں صدی عیسوی تک برقرار رہے۔ چنانچہ سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں کچھ یورپی مفکرین نے اس حقیقت کو واضح کیا کہ ان کی زبوں حالی کی اصل وجہ اسی ذہنی ارتقاء کا منجمد ہوجانا تھا۔ چونکہ اس کی اصل وجہ مذہب تھا چنانچہ ایک طرف تو اُن میں مذہبی عصبیت پیدا ہوئی اور انہوں نے اس حقیقت پر زور دیا کہ اندھے ایمان کو ردّ کردیا جائے اور صرف اسی کو حقیقت جانا جائے جسے دلائل سے ثابت کیا جا سکتا ہو' اور دوسری طرف انہوں نے اس دور کو ''روشن خیالی کا دور'' قرار دیا' یعنی ان کے بقول اس سے پہلے ان کے خیالات تاریک تھے اور اب وہ روشن ہوگئے۔ لیکن حیرت انگیز طور پر یورپی مؤرخین اپنی تاریخ بیان کرتے ہوئے ایک طویل دور کو نظرانداز کردیتے ہیں جس کا آغاز 711ء میں ہوا اور جو پندرہویں صدی تک پھیلا ہوا ہے' جس دوران حقیقتاً نا صرف یورپ میں بلکہ پوری دنیا میں جدید علوم وفنون کا احیاء ہوا۔ یہ تھا اسلام کا درخشاں دور اور اصل معنوں میں روشن خیال دور' جس نے یورپ کو قرونِ مظلمہ سے نکال کر روشن خیالی سے روشناس کروایا' اور جس کا آغاز دنیا میں 610ء میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خود کیا تھا۔ وہ کون تھا جس نے بغیر تحقیق کے اپنے آباء واجداد کی پیروی کرنے سے بنی نوع انسان کو روکا اور انہیں اپنی عقل استعمال کرنے کی دعوت دی؟۔

اس مقالے کے مطالعہ کے بعد آپ یقیناً سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ اللہ رب العزت ہی تھے جنہوں نے انسانوں کو توہّمات اور خام خیالی سے نکال کر نورِ ہدایت اور روشن خیالی سے روشناس کرایا اور دلائل کے ذریعے اپنے دین اسلام کی حقیقت کو اُن پر واضح کردیا ہے۔ اس لئے اہل مغرب جس دور کو روشن خیالی کا دور کہتے ہیں ہم اُس کو نیم ظلمت کا دور (SEMI DARK AGE) کہیں گے۔ کیونکہ اس دور میں انہوں نے ذہنی ارتقاء کی بلندیوں کو تو چھو لیا لیکن اس صلاحیت کو استعمال کرتے ہوئے معرفت الٰہی حاصل کرنے سے تاحال قاصر ہیں۔ بقول اقبال: ؎

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاؤں کو گرفتار کیا

زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

لیکن افسوس کہ آج تک مسلمان جو کہ لا الٰہ الا اللہ کے وارث بنائے گئے تھے' چہ جائیکہ اِن بھٹکے ہوئے انسانوں کی رہنمائی کرتے' آج خود ہی ان کی اندھی تقلید میں لگے ہوئے ہیں۔

یہ سب کچھ جاننے کے بعد اب ہمارے اوپر ''شہادت علی الناس'' کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم دعوت و تبلیغ کے مراحل سے گزر کر بالآخر دنیا میں دین کو قائم کر کے لوگوں پر اتمامِ حجت کر دیں۔

شہادت علی الناس (دعوت و تبلیغِ دین' اقامت دین)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ○(البقرۃ:143)

''اور اسی طرح تمہیں ہم نے ایک درمیانی اُمت بنایا تا کہ تم گواہ ہو جاؤ پوری نوع انسانی پر اور رسول (ﷺ) گواہ ہو جائیں تم پر۔''

وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَسَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِىْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ○ (الحج: 78)

''اور (اے ایمان والو!) اللہ کی راہ میں ویسا ہی جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اُس (اللہ تعالیٰ) نے تمہیں چن لیا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی' اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کا دین قائم رکھو' اسی (اللہ) نے تمہارا نام ''مسلمان'' رکھا تھا' اس سے پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی' تا کہ پیغمبر تم پر گواہ ہو جائے اور تم تمام لوگوں پر گواہ بن جاؤ۔ پس نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کے ساتھ مضبوطی سے جڑ جاؤ وہی تمہارا مولیٰ اور مالک ہے' پس کیا ہی اچھا ہے مالک اور

کتنا ہی بہتر ہے مددگار''۔

(ا) دعوت و تبلیغِ دین

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (المائدة:67)

''اے رسول (ﷺ) پہنچا دیجیے جو کچھ بھی آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے۔''

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَO (حم السجدة: 33)

''اور اُس شخص سے بڑھ کر کس کی بات اچھی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہو اور نیک عمل کرتا ہو اور کہتا ہو کہ میں بھی مسلمانوں میں سے ہوں؟''

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَO (النحل: 125)

''پکارو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ اور بہترین نصیحت کے ساتھ اور ان سے مجادلہ کرو بہترین طریقے سے۔ یقیناً آپ کا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور راہ یافتہ لوگوں سے بھی پوری طرح واقف ہے۔''

(ب) اقامتِ دین

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ O (المائدة:68)

''(اے نبی ﷺ صاف صاف) کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب! تم ہرگز کسی اصل پر نہیں ہو جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو اور اُس (دوسری وحی) کو قائم نہ کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ اور لازماً یہ فرمان جو تم پر (اے نبیؐ) نازل کیا گیا ہے ان میں سے اکثر کی سرکشی اور انکار کو اور زیادہ بڑھا دے گا۔ پس انکار

کرنے والوں (کے حال) پر کچھ افسوس نہ کرو۔''

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ O (الشوریٰ۔13)

''(اے ایمان والو!) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جو ہم نے (اے نبی بذریعہ وحی) آپ کی طرف بھیجا ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس کے بارے میں تفرقے میں نہ پڑو۔ جس چیز کی طرف آپ ان (مشرکوں) کو بلا رہے ہیں وہ تو ان پر گراں گزرتی ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے لئے چن لیتا ہے (اپنا برگزیدہ بنا لیتا ہے) اور اس کو اپنی طرف راہ سجھاتا ہے جو (اس کی طرف) رجوع کرے''۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ O (الحدید: 25)

''یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل فرمائی تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔''

محرک جذبہ (عشق الٰہی)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ O (المائدۃ: 54)

''اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جس سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے وہ نرم دل

ہوں گے مسلمانوں پر (اور) سخت اور تیز تر ہوں گے کفار پر' وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہ کریں گے۔ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل جسے چاہے دے۔اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا (اور) زبردست علم والا ہے۔''

کسی سے محبت بنیادی طور پر تین صورتوں میں ہوسکتی ہے:

(1) کسی ہستی کے ساتھ رحمی یا خونی رشتے کی بنیاد پر' مثلاً بھائی، بہن، ماں، باپ، اولاد وغیرہ۔

(2) کسی کے اپنے اوپر بے پناہ احسانات کے احساس کی بنیاد پر۔

(3) اس بات کے احساس کی بنیاد پر کہ کوئی مجھ سے اتنی محبت کرتا ہے (اور یہ وہ احساس ہے جس سے کسی سے انتہائی درجے کی محبت ہو جاتی ہے۔)

اب ذرا سوچئے کہ اس لحاظ سے جس ہستی سے انسان کو اس دنیا میں سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے وہ ہے''ماں''۔اور غور کرنے سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ ماں کے ساتھ محبت کے اس تعلق میں یہ تینوں عنصر موجود ہوتے ہیں۔سب سے پہلے یہ کہ ماں کے ذریعے سے ہماری پیدائش ہوئی' دوسری بات یہ کہ اس کے ہم پر بے پناہ احسانات ہوتے ہیں کہ بچپن سے لے کر اب تک اس نے ہمیں پالا پوسا' ہمارا ہر ہر طریقے سے خیال رکھا' چاہے اسے خود کبھی بھوکا رہنا پڑا ہو وہ کبھی بھی یہ گوارہ نہیں کرتی کہ ہم بھوکے سو جائیں وغیرہ وغیرہ۔اور پھر تیسری بات یہ کہ اس کو ہم سے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے۔شاید ہی کوئی ماں ایسی ہو جس کی توجہ کا مرکز بچپن سے لے کر موت تک اس کی اولاد نہ ہو۔ ماں کے ساتھ اس تعلق کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے استوار کیا ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل آیت سے لگایا جا سکتا ہے:

وَ وَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ ۚ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ وَهۡنًا عَلٰى وَهۡنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِىۡ عَامَيۡنِ اَنِ اشۡكُرۡ لِىۡ وَ لِوَالِدَيۡكَ ؕ اِلَىَّ الۡمَصِيۡرُ O (لقمٰن:14)

''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے' اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا ہے دو برسوں میں (یعنی اسے دو برس تک اپنا دودھ پلایا) کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر۔(اور تم سب

نے)میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

اب اگر ایک شخص بالغ ہو جائے اور پھر اس کے سامنے کوئی اس کی ماں کو گالی دے یا کوئی اس کی ماں کی عزت کے خلاف سازش کرے تو پھر اس کا ردِعمل کیا ہوگا؟ اگر وہ غیرت مند ہے اور طاقت بھی رکھتا ہے تو کیا اسے ایک تھپڑ نہیں رسید کرے گا؟ البتہ اگر اس کی قدرت نہ رکھتا ہوگا تو زبان سے تو اسے چپ کرانے کی کوشش کرے گا۔ اور اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہوگا تو کم از کم اس کے وجود میں تو ایک آگ لگ جائے گی۔ اب ہم سب کو اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ کا حق ماں سے زیادہ نہیں ہے؟ ہمیں اس کے لیے مندرجہ ذیل باتوں پر غور کرنا چاہیے:

(1) ہماری پیدائش تو ماں ہی کے ذریعے سے ہوئی ہے مگر ماں کے پیٹ میں تو ہمیں اللہ ہی نے تخلیق کیا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ قرآن میں یوں بیان کرتے ہیں: یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ O الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ O فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ O (الانفطار) ''اے انسان! تجھے اپنے ربّ کریم کے بارے میں کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا؟ جس (ربّ) نے تجھے پیدا کیا پھر تیری نوک پلک سنواری اور پھر درست اور برابر کیا۔ (پھر) جس صورت میں چاہا تجھے خود جوڑ دیا۔''

(2) اللہ تعالیٰ کے ہم پر بے پناہ احسانات ہیں کہ جن کو اگر انسان شمار کرنا چاہے تو ہرگز نہ کر سکے۔ ان میں سے ایک تو وہ ہیں جو عمومی ہیں جو سب کے لئے یکساں ہیں، مثلاً اس کا آسمان سے ہمارے لیے پانی برسا دینا اور زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر کے ہمارے لئے اس میں پاک روزیاں اُگا دینا وغیرہ۔ ان سب کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اور دوسری وہ عنایات ہیں جو ہر آدمی کے لئے خاص ہیں جس کو صرف وہ اور اُس کا خدا جانتا ہے۔ ذرا اپنی زندگی پر نگاہ ڈالیے تو آپ کو ایسے بے شمار واقعات مل جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتنی خصوصی عنایات کیں۔

فرد ـــــ انقلابی جماعت ـــــ ریاست

اور مراحل انقلاب

انجینئر مختار فاروقی

ہمارے گرد و پیش میں ہر روز ہزاروں تبدیلیاں وقوع پذیر ہو رہی ہیں شاہراہیں، پلازے، دفاتر، مکانات، کوٹھیاں، سڑکیں بنتی رہتی ہیں، نئے لوگ آ رہے ہیں اور روزانہ کئی لوگ راہی ملک عدم ہو جاتے ہیں، منظر بدلتے رہتے ہیں اور خود انسان پر بھی داخلی اور خارجی اثرات کی وجہ سے تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ غرض

ع سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں

تاہم مادی دنیا میں تبدیلیاں ہمارے سامنے ہیں انہیں مادی اور دنیاوی ترقی کہہ سکتے ہیں اور کوئی ہنستا بستا شہر تباہ ہو جائے تو اس کو تخریب کہا جا سکتا ہے، حکومتیں بدل جائیں چہرے بدل جائیں تو اسے CHNGE تو کہہ سکتے ہیں ـــــــــ مگر شاذ ہوتی ہیں وہ تبدیلیاں جو انقلاب کہلانے کی مستحق ہوتی ہیں۔ بقول اقبال

ع افکار تازہ سے ہے جہان تازہ کی نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

تاریخ انسانی کی وہ تبدیلیاں جو حقیقی انقلاب کہلا سکیں معدودے چند ہیں اور یہ تبدیلیاں افکار و نظریات کے بدل جانے کا ہی نتیجہ تھیں یعنی اصل تبدیلی اور دیرپا تبدیلی جو صدیوں تک اپنے اثرات رکھتی ہے وہ نظریات کی تبدیلی ہے اور IDEOLOGY کی تبدیلی ہے

افکار ونظریات کے بدل جانے سے جو تبدیلیاں آتی ہیں (جیسے اٹھارویں صدی میں فرانسیسی انقلاب جمہوری انقلاب کہلاتا ہے اور بیسویں صدی میں شمالی ایشیا میں کیمونسٹ انقلاب معاشی انقلاب کہلاتا ہے) وہ تبدیلیاں ایسی دیرپا اور انسانیت کے ایک بڑے حصے کو متأثر کر جاتی ہیں کہ اس سے حقیقتاً ''انسان'' ہی بدل جاتے ہیں۔ انسانی فکر، نظریہ اور سوچ کی تبدیلی سے آنے والے انقلابات کی اپنی ایک تاریخ ہے اور اس تاریخ سے اس طرح کے انقلابات کی ایک تجرباتی تشریح سے انقلاب کے مراحل کی ایک ترتیب سامنے آتی ہے جو بڑی سائنٹفک اور منطقی ہے۔

فرانسیسی انقلاب میں سیاسی تبدیلی آئی اور اس کے نتیجے میں عوام کو حقوق مل گئے جمہوریت نے جنم لیا، عوامی بیداری پیدا ہوئی اور حکومتی ایوانوں میں موروثی بادشاہت کی بجائے عوامی عمل دخل نمایاں ہو گیا۔ بالشویک انقلاب میں معاشی فکر نمایاں تھا لہٰذا معاشی مساوات اور وسائل رزق کی مساوی تقسیم وغیرہ کا احساس ابھر کر سامنے آیا اور معاشی میدان میں سرمایہ داری نظام کے مقابلے میں ایک نئی دنیا اور ایک نیا طرز زندگی سامنے آ گیا۔

تاریخ انسانی کا ایک اور انقلاب جسے عام طور پر انقلاب کے لفظ سے کم ہی تعبیر کیا جاتا ہے۔ تاہم وہ انقلاب نہ صرف یہ کہ انقلاب کی ہر تعریف (DEFINITION) پر پورا اترتا ہے بلکہ جمہوری اور معاشی انقلابات کے مقابلے میں کہیں زیادہ مؤثر اور ہمہ گیر تھا، اس انقلاب میں زندگی کے صرف چند گوشے ہی نہیں بدلے بلکہ انسانی زندگی کے ہر گوشے میں تبدیلی آ گئی۔ 'انقلاب' کے لفظ کا اطلاق جس تبدیلی پر اب کر مقصود ہے وہ تاریخ انسانی کا سب سے بڑا انقلاب تھا جو آج سے چودہ صدیاں قبل حضرت محمد ﷺ لائے تھے اور اس کے نتیجے میں انسانی زندگی کا ہر پہلو بدل گیا بلکہ ـــــــــ آپ غور کریں تو تلاش سے کوئی ایسا گوشہ نہیں ملے گا جو اس انقلاب سے نہیں بدلا۔

اس انقلاب کے ابتدائی داعیان اور ان کے زیر تربیت آنے والے دیگر حضرات کے شب و روز بدل گئے، دلچسپیاں بدل گئیں، مصروفیات بدل گئیں، فارغ وقت کے مشغلے (HOBBIES) بدل گئیں، کاروبار بدل گئے، کاروباری طریقے اور کاروباری اخلاق بدل گیا، زمینداری اور زمینداری کے طور طریقے، ماتحتوں سے طرز عمل، ملازمین اور زیر دستوں، غلاموں

سے رویّے بدل گئے، گھروں کے ماحول بدل گئے، مرد وزن کی سماجی حیثیت بدل گئی، احترام اور باہمی عزت کی روایات بدل گئیں، تفاخر ومسابقت کے انداز بدل گئے، زندگی اور اس کے لوازمات سے محبت کا انداز بدل گیا، نظریات ایسے بدلے کہ زندگی سے زیادہ موت اور دنیا سے زیادہ آخرت کی اہمیت نظروں میں بچ گئی، فکر ایسا بدلا کہ حاضر وموجود سے زیادہ ''عالمِ غیب'' پر یقین بڑھ گیا اور دنیاوی عیش وعشرت کے بجائے آخرت کی ''عیش'' اور سہولیات کو ترجیح دی جانے لگی، صلح وجنگ کے انداز بدل گئے جنگ کے ایسے اصول بنے کہ وہ اب عبادت بن گئی اور میدان جنگ بھی جوش سے زیادہ ''ہوش'' کا عمل دخل بڑھ گیا، انسانی مساوات کا صرف درس ہی نہیں عملاً ایسی تربیت ہوئی کہ سردار اور عوام، خاص وعام اور محمود و ایاز ایک ہی صف میں آ گئے۔

انقلاب کے لفظ کی حقیقی تعبیر یہی تبدیلی ہے اور
اگر ''الانقلاب'' کہا جا سکتا ہے تو یہی انقلاب ہے

'انقلاب' کے لفظ سے فرد، انقلابی جماعت اور 'ریاست' کے الفاظ وابستہ ہیں لہٰذا انقلاب کے مراحل بھی فرد، انقلابی جماعت اور ریاست پر مختلف انداز میں سامنے آتے ہیں۔

فرد اور انقلاب

کوئی بھی انقلاب فرد کے اندرونی انقلاب سے شروع ہوتا ہے پھر یہ سوچ کئی افراد تک متعدی ہو جاتی ہے کوئی صاحب صلاحیت اور فطری لیڈر داعی بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور افراد کو ایک جماعت میں سمو لیتا ہے۔ بقول اقبال

ؔ افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

اسلامی انقلاب کے لئے فرد میں پہلے اپنی خداداد صلاحیتوں کے اعتراف کے طور پر اسلام قبول کرنا، تصدیق بالقلب اور ایمان حقیقی کے عمل میں سب سے بڑے رکن ''جہاد'' بمعنی جدوجہد STRUGGLE اور تحریک (DYNAMISM) کے مراحل سے گزرنا ضروری ہے۔ تحریک اور جان و مال کے ساتھ انقلابی فکر کے لئے ہر وقت تیار رہنا ہی فرد کے اندر انقلاب کا

آئینہ دار ہے۔ایسے افرادمعاشرے میں ہیروں (DIAMONDS) کے مانند قیمتی ہوتے ہیں۔

ے چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شود

☆ ایک فرد کی ذاتی سطح پر معاشرے میں تبدیلی لانے والی سرگرمیوں کے عنوانات قرآن مجید کے مطابق تواصی بالحق اور تواصی بالصبر ہیں۔کسی مسلمان فرد کے سچے انقلابی ہونے کا پہلا وصف اپنا مال بنی نوع انسان کے لئے خوشدلی سے قرآن مجید کی معین کردہ ترجیحات کے مطابق خرچ کرنا ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ (اپنی حیثیت کے مطابق) ادا کرتے رہنا بھی ضروری ہے۔غرض ذاتی سطح پر اللہ تعالیٰ کا بندہ بننا، اپنے گھر میں دین کا نفاذ اور خود اور اپنی زیر کفالت افراد سمیت اہل خانہ (اہل بیت) کا دین کے معاملہ میں ایک نمونہ بن کر زندگی گزارنا بھی ایک ناگزیر تقاضا ہے اسے شہادت حق یا شہادت علی الناس کا فریضہ کہا جاتا ہے۔

☆ مالی مشکلات، پریشانیوں، ناگہانی آفات اور اللہ کے راستے میں جدوجہد (جہاد) کی مشکلات پر صبر کرنا نہایت ضروری ہے اور اس میں استقامت کے لئے ''فرد'' کا سچا مسلمان اور انقلابی ہونے کے لئے قیام اللیل کا اہتمام بھی ضروری ہے اور قرآن مجید کے پڑھنے سے خصوصی شغف بھی فرمان رسالت ﷺ خیر کم من تعلم القرآن وعلمه کے مصداق ایک ناگزیر وصف ہے۔

☆ مستقبل میں کسی منظّم انقلابی جدوجہد کے لئے کسی نئی جماعت کی تشکیل کا ذہن رکھنے والا بھی پہلے بحیثیت ''فرد'' ایک اچھا مسلمان، باعمل، باکردار اور انسانی اوصاف کا مرقع ہوتا ہے اور اس کی شخصیت و کردار کی پاکیزگی کم از کم ظاہری طور پر لوگوں کو متاثر کئے ہوئے ہوتی ہے اور اس کے اردگرد حلقہ احباب کے لوگ اس کی صلاحیتوں کے معترف ہوتے ہیں اور عام لوگ بھی اسلام کے حوالے سے ''اسے'' امیدوں کا مرکز، اور ''مرجواً'' سمجھنے میں حق بجانب ہوتے ہیں تا آنکہ ایسے متوقع انقلابی ''قائدین'' میں سے کسی ایک کو ''غیبی ہاتھ'' ایک انقلابی جماعت کی داغ بیل ڈالنے کے لئے مقتدیوں کی صف سے دھکیل کر امام کی جگہ پہنچا دیتا ہے۔

انسانی معاشرے سے ایسے انقلابی قائدین فلک کی سالہا سال کی گردش کے بعد ہی

سامنے آتے ہیں ایسے ''مردان کار'' اور ''دانائے راز'' افراد کے اوصاف سے متعلق علامہ اقبال نے اپنی نظم ''طلوع اسلام'' میں یہ نقشہ کھینچا ہے۔

چہ باید مرد را؟ طبع بلندے، مشرب نابے
دل گرمے، نگاہ پاک بینے، جانِ بے تابے

کائنات میں وسیع ترین تناظر میں حالات کا جائزہ لیں تو ایسا شاذ ہے کہ حالات کی ضرورت کے مطابق پہلے سے بنی بنائی "FACTORY MADE" اشیاء کی طرح نئی شخصیات سامنے آجائیں بلکہ اکثر معاملہ یہ ہے کہ کسی خاص وقت میں حالات کے تقاضے اور کئی داخلی و خارجی عوامل کے تحت BEST AVAILABLE شخصیت کو سامنے آنا پڑتا ہے اس اصول کا اطلاق قائدین انقلاب، انقلابی جماعتوں اور انقلابی کارکنوں سب پر ہوتا ہے۔

اوپر درج عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور بالخصوص حضرت محمد ﷺ کو علیحدہ سمجھتے ہوئے عموماً قائدین انقلاب، افراد، اور جماعتوں میں یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کے لئے اوپر مذکورہ تمام ناگزیر اوصاف ان میں موجود ہوں بلکہ فاطر فطرت چند بنیادی ناگزیر اوصاف کے ساتھ ہی جماعتوں اور افراد کو دنیا کی آزمائش گاہ میں سامنے لے آتے ہیں۔

انقلابی جماعت اور مراحل انقلاب

جمہوری انقلاب ہو یا معاشی انقلاب! ان کے لئے جدوجہد کئی نسلوں پر پھیلی ہوئی ہے اور کئی ملکوں پر محیط ہے جب کہ ــــــــــــ اس کے مقابلے میں انقلاب محمدی آپ ﷺ کی حیاۃ طیبہ کے ایک حصے یعنی کل 23 قمری سالوں میں جملہ مراحل طے کر کے کامیاب ہوگیا اور ایک انسانی زندگی کے دوران ہی نتیجہ نگاہوں کے سامنے آگیا ــــــــــــ لہٰذا اس انقلاب کی تاریخ کا مطالعہ آسان اور تحقیقی نقطۂ نظر سے بڑا موٴثر ہے اور آج کل کی اصطلاح میں ایک ماڈل انقلاب یا انقلاب کا رول ماڈل (ROLE MODEL) کہا جاسکتا ہے۔

انقلاب محمدی ﷺ کے تفصیلی مطالعے کیلئے قرآن مجید، احادیث نبویہ اور سیرت النبی ﷺ

پر بہت سا مواد موجود ہے ہر آدمی کے لئے راستہ کھلا ہے اور جو بھی کوشش کرے گا اپنی محنت اور جولانی طبع کے مطابق نئے نئے نکتے سامنے لے آئے گا۔ تاہم اختصار سے کام لیں تو اس انقلاب کے بنیادی مراحل کو سمجھنا بڑا آسان ہے۔ اس موضوع پر "منہج انقلاب نبوی علی صاحبھا الصلوۃ والسلام" نامی کتاب سب سے زیادہ جامع کتاب ہے۔ اس منفرد اور بے مثال انقلاب کے مراحل انقلاب درج ذیل ہیں۔

☆ ایک انقلابی نظریہ اور اس کی دعوت و اشاعت (توحید اور اس کی دعوت)

☆ اس انقلابی نظریہ کو قبول کرنے والوں کو ڈسپلن کا خوگر بنانا ——— تنظیم

☆ اس انقلابی نظریہ کو قبول کرنے والوں کی خاص انقلابی تربیت ——— تربیت

☆ صبر محض (صبر و برداشت)

☆ اقدام

☆ تصادم

ان مراحل انقلاب میں سے آخری مراحل اقدام، تصادم اور نتیجہ کے بارے میں ایک سے زیادہ آرا ہو سکتی ہیں اور انسانی جماعت اور انسانی رویوں کے تحت پروان چڑھنے والی اجتماعیت میں یہ عین قرین قیاس ہوگا۔ یہ صرف تاریخ انسانی میں جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم - جو کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی جماعت تھی - نے یہ کارنامہ کر دکھایا تھا کہ ایک ہی نسل میں اور مختصر ترین وقت میں سارے مراحل انقلاب طے ہو گئے۔ اس کی سب سے بڑی اور ظاہری وجہ یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ پیغمبر تھے ان پر وحی آتی تھی وہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور رہنمائی میں چل رہے تھے اور ان کے تمام فیصلے بروقت اور صحیح تھے مجموعی طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور بعد کے اہل ایمان کے وسط میں ایک منفرد، شاندار اور ارفع مقام رکھتے ہیں وہ نبی اکرم ﷺ کی تربیت کے شاہکار تھے آپ ﷺ کی محفلوں اور شخصی صحبت کی وجہ سے ان کے سینہ ایمان سے لبریز تھے آپ ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت نے مدت العمر انہیں مست عہد الست رکھا تھا قرب زمانی اور مکانی اور ظروف و احوال میں ناقابل لحاظ تبدیلیوں کی وجہ سے اس جماعت کے مجموعی فیصلے، اجتماعی نظم اور ریاستی نظم و نسق نہ صرف مثالی تھے بلکہ رسول ﷺ کی تعلیمات کا عکس جمیل تھا اس دور کی اسلامی

فتوحات اور اسلام کا غلبہ عدل و انصاف کا پیغام، رحمت کی نوید اور عزت و آبرو کے ساتھ زندگی گزارنے کی نوید تھی بعد کے ادوار میں خال خال ایسے مواقع آئے ہیں مگر مجموعی طور پر جماعت صحابہ ﷺ ہی انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح تبعاً رحمت خداوندی کے خصوصی پرتو کا مہبط رہی ہے) جبکہ ———— آپ ﷺ کی جماعت کے بعد کسی انسانی جماعت کو یہ سہولت نہ مل سکتی ہے نہ ملے گی اس لئے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری پیغمبر تھے اور آپ پر نبوت نیز رسالت کا دوازہ بند ہو چکا ہے۔

ایک انقلابی نظریہ اور اس کی دعوت واشاعت

موجودہ حالات میں انقلاب کے ابتدائی چار مراحل میں کوئی اختلاف ممکن نہیں ہے کہ کسی معاشرے میں بگاڑ کی صورت میں تبدیلی لانے کے لئے پہلا مرحلہ ایک سوچ اور نظریے کا ہی ہوگا کہ معاشرے میں خرابی اور انسانی فطری داعیات ومیلانات کا بگاڑ عام ہو چکا ہو اور اہل نظر میں عام طور پر اس کا احساس ہو اور پھر کچھ لوگ اس بگاڑ کے لئے سوچ رہے ہوں کہ کوئی باہمت اس نظریے کو لے کر سامنے آجائے اور ایک داعی بن کر کھڑا ہو جائے۔اس مرحلہ پر کسی بڑے ملک میں یا امت مسلمہ میں بیک وقت کئی داعی ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ انسانی سطح پر جو مختلف کام ہوتے ہیں اور جماعتیں کام کرتی ہیں ان میں ایک فطری PICK & CHOOSE کا عمل جاری رہتا ہے جو جماعت کسی قابلِ عمل انسانی فلاحی مشن کو لے کر کھڑی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو کامیاب کرتا ہے اور آگے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَاَمَّا مَایَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ (الرعد۔17)

''اور جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھیرا رہتا ہے''

اور ایسی جماعت آگے بڑھنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ جب کہ کوئی ایسی جماعت جو مشن اور نظریے کے اعتبار سے انسانیت کے لئے مضر اور تخریبی کردار کی حامل ہے، دستِ قدرت اُسے بالآخر ناکام کر دیتا ہے وقتی طور پر ایسی جماعتیں بھی پھلتی پھولتی نظر آتی ہیں مگر کچھ وقت کے بعد ختم ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَ الْبَاطِلَ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً (الرعد۔17)

''اور جس چیز کو زیور یا کوئی اور سامان بنانے کے لئے آگ میں تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے۔اس طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے۔سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے''

تنظیم اور درجہ بندی

پس جو داعی خلوص و اخلاص سے اور نظریے کی صحت کے ساتھ آگے بڑھتا ہے اس کا نظریہ انسان دوست، ماحول دوست اور خدا شناسی کی چاشنی کی وجہ سے پھیلتا چلا جاتا ہے۔اور دوسرا مرحلہ سامنے آتا ہے یعنی ''تنظیم''۔ جو لوگ اس نظریے کے تحت داعی کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے آتے چلے جائیں ان کو ایک خاص قسم کے ڈسپلن اور قواعد و ضوابط کا خوگر بنایا جائے۔

یہ دوسرا مرحلہ بھی بڑا فطری اور منطقی ہے اس لئے کہ جو معاشرہ اور قوم زوال پذیر ہے اور اپنے نظریے سے انحراف کی مجرم ہے اس قوم کے افراد میں اعلیٰ انسانی اوصاف باقی نہیں رہتے چنانچہ وعدہ کی اہمیت اور اس کا وفا کرنا مفقود ہو جاتا ہے، ذاتی اغراض کی بلاوجہ اہمیت ہو جاتی ہے اور اجتماعی اغراض کا خون کرنا عادت سی بن جاتی ہے، دوسرے کا لحاظ اور عزت ذاتی غرض کی حد تک ہوتی ہے اور شریف اور باکردار آدمی سے غرض نہ ہو تو اس کا کوئی لحاظ اور ادب نہیں جب کہ فاسق و فاجر سے اغراض وابستہ ہوں تو اس کی عزت ہے اور سپاس نامے ہیں۔ایسے معاشرے سے کچھ لوگ اگر کسی دبی ہوئی فطرت سلیمہ کے داعیہ سے انقلابی نظریہ کی طرف آ ہی جاتے ہیں تو ان کے لئے ایک طویل عرصے تک اجتماعی پروگراموں اور کاموں کی اہمیت اجاگر کی جاتی ہے اور ان میں خود بھی بروقت شرکت اور دوسرے کمزور ساتھیوں کو سہارا دے کر ساتھ چلانے کا جذبہ پیدا کیا جاتا ہے، اس مرحلہ پر ساتھی تعداد میں کم ہوتے ہیں تو ہر ہر ساتھی کی اہمیت اجاگر ہونے پر ''ہم مقصد'' ساتھیوں کی انتہائی قدر دلنشیں ہو جاتی ہے اور کسی بھی ایسی جماعت کے ابتدائی ساتھیوں کی دوستی اور محبت ہمیشہ ''مثالی'' شمار ہوتی ہے۔مشن سے متعلق چھوٹے چھوٹے کاموں کو بھی اہم سمجھنے کی تربیت بھی اس مرحلہ پر ملتی ہے۔ چنانچہ دوست، احباب، رشتہ دار اور دیگر تعلق دار لوگ ایک

نظریاتی اور انقلابی آدمی کے لئے ثانوی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں اور ہم مقصد ساتھی سب سے زیادہ اہمیت اختیار کر جاتے ہیں اور اجتماعی کاموں کے لئے وقت نکالنا دنیا کے تمام دوسرے کاموں پر فوقیت لے جاتا ہے۔

تربیت اور تزکیہ

اس جماعت کا ایک اہم کام کارکنوں کی نظریاتی تربیت بھی ہے اس لئے کہ جس معاشرے سے یہ لوگ نکل کر کسی داعی کے گرد اکٹھے ہوتے ہیں اس معاشرے میں فکری زوال اور انتشار کی وجہ سے یہ لوگ بھی اس کے زہریلے اثرات اپنے ساتھ لئے ہوتے ہیں اور فرقہ پرستی، دنیا پرستی اور فتویٰ فروشی کے ساتھ تعویذ گنڈا وغیرہ میں گندھے ہوئے شرک کے جراثیم سے بالکلیہ بری نہیں ہوتے ——— لہٰذا تمام ساتھیوں کو تربیت کے مراحل سے گزار کر پہلے سابقہ سماجی اور معاشرتی منفی اثرات سے پاک کرنا ہوتا ہے۔ اور دوسرے مرحلے میں معاشرے میں انقلاب لانے کے تقاضے پورے کرنے کے لئے مثبت طور پر اپنے ساتھیوں کے لئے بڑا جامع اور گمبھیر (MULTI DIRECTIONAL) قسم کا پروگرام ترتیب دینا ضروری ہے تاکہ ہر ساتھی بالقوہ ایک چھوٹا داعی بن جائے اور اس مشن کو اپنا مشن سمجھ کر اس کام میں ہمہ تن لگ جائے۔ ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی اس طرح کی تربیت فرمائی تھی اور آپ ﷺ نے پیغمبر ہونے کے باوجود اپنے ساتھیوں میں یہ جذبہ پیدا کر دیا تھا کہ ہر ساتھی یہی سمجھتا تھا کہ یہ ہمارا ''امر'' ہے اور اس کو لے کر چلنا ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وامرھم شوریٰ بینھم'' یعنی یہ دین اور اس کا پھیلانا قرآن کے مطابق 'امرھم' ہے حتیٰ کہ وہ ساتھی جو اس مشن کا حق ادا نہیں کر رہے تھے اور ناپسندیدہ سوچ اور رویے رکھتے تھے وہ بھی ''ھل لنا من الامر من شیء'' کی دلیل لاتے تھے اور اس کے باوجود اجتماعیت اور اس مرحلہ میں تقاضا یہ تھا کہ 'شاورھم فی الامر' فرمایا گیا ہے۔

اسی تربیت اور احساس فرض کے پروان چڑھنے کا نتیجہ تھا کہ نبی اکرم ﷺ کا ہر ساتھی آپ کی طرح کی تکالیف برداشت کر رہا تھا اپنا سارا وقت لگا رہا تھا زندگی کا سب سے اہم فریضہ اسی مشن کو قرار دے رکھا تھا اور خود بھی قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا اپنی اوّلین ذمہ داری سمجھتا تھا اور

قرآن مجید کے نازل ہونے پر جو بھی احکام ہوتے تھے ان پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی طرح راتوں کو جاگنا بھی آپ کے نقش قدم پر چلنے کے جذبے کا حصہ تھا اور صبر و مصابرت کے مراحل کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے اور تیار رہنے کے شوق کا ثمر۔ جس کی گواہی سورۃ مزمل میں خود قرآن مجید نے دی ہے۔

یہ تین مراحل تو ہر اس جماعت اور اجتماعیت پر آئیں گے جو بھی معاشرے میں کسی تبدیلی کی خواہاں ہے تفصیلی ہدایات اس بات پر منحصر ہوں گی کہ وہ اجتماعیت کس قسم کی تبدیلی معاشرے میں لانے کا عزم اور ارادہ رکھتے ہیں۔ چھوٹی تبدیلی اور جزوی تبدیلی کے لئے یہ سارے مراحل اور قسم کے ہوں گے اور ہمہ جہتی اور بڑی تبدیلی یا اسلام کے حوالے سے اجتماعی تبدیلی (اسلامی انقلاب) کے لئے یہ سارے مراحل اُسی نسبت سے ہمہ گیر اور ہم جہتی ہوں گے۔

صبر۔۔۔مصابرت۔۔۔صبر محض

جس جماعت کے پیش نظر اسلامی انقلاب ہو اور اسلام کا مکمل غلبہ ہو تو ایسی جماعت کے لئے ایک اور مرحلۂ انقلاب فوری طور پر سامنے آجاتا ہے اور وہ ہے ''صبر محض'' PASSIVE RESISTANCE کا۔ یہ جماعت جتنی سرگرمی سے اپنے مشن کو لے کر آگے بڑھے گی ماحول میں انقلاب مخالف گروہ اسی نسبت سے اس تبدیلی کے امکانات کو ختم کرنے کے در پے ہو جائیں گے۔

اس کی میرے نزدیک مثال ایک موٹر سائیکل سوار کی ہے ماحول میں ہوا موجود ہے پیدل چلیں تو ہوا کی مزاحمت کا احساس نہیں ہوتا مگر آندھی میں یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ ہوا موجود ہے اور اس کا دباؤ کیا معنی رکھتا ہے اسی طرح موٹر سائیکل سوار اپنی رفتا کم رکھے تو ہوا کی مزاحمت بھی کم ہوگی اور اگر وہ رفتار تیز کرتا جائے تو مزاحمت بھی اسی نسبت سے بڑھتی چلی جائے گی۔ کم رفتار ہونے کی صورت میں ذرا سی غلطی ہو تو نقصان بھی کم ہوگا مگر تیز رفتاری سے آگے بڑھتے ہوئے کوئی غلطی ہو جائے تو نقصان بھی اتنا ہی شدید یا ہلاکت خیز ہو سکتا ہے۔

جب کوئی انقلابی جماعت اپنے ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھتی ہے تو خواہی نخواہی مزاحمت ہوتی ہے اور اگر ———— یہ پیش قدمی پہلے سے کی ہوئی ضروری تربیت کے

متناسب ہواور ساتھیوں کی قوت برداشت کے مطابق ہوتو ایک صحت مند پھیلاؤ ہوتا رہتا ہے اور کام آگے بڑھتا ہے اور اگر کسی وقتی مصلحت اور کسی وقتی بڑے فائدے کے پیش نظر رفتار غیر فطری انداز سے تیز کردی جائے تو مزاحمت تو بڑھے گی مگر جماعت برداشت نہیں کر سکے گی جیسے بڑا آدمی تیز رفتاری سے موٹر سائیکل چلائے تو وہ ممکن ہے پھر بھی اپنا کنٹرول برقرار رکھے اور مزاحمت سہہ جائے مگر ایک ناتجربہ کار یا بچہ موٹر سائیکل کی رفتار تیز کردے تو شاید اس کے لئے کنٹرول کرنا مشکل ہو جائے اور وہ کسی تباہی سے دوچار ہو جائے۔

اقدام۔۔۔انقلاب۔۔۔مخالف قوتوں کو چیلنج

انقلاب کا پانچواں مرحلہ اقدام کا ہے کہ کسی مرحلہ پر انقلابی جماعت اپنے حالات اور تیاری کا جائزہ لے کر مخالف قوت کا اندازہ لگا کر خود آگے بڑھنے اور اقدام کا فیصلہ کر لے۔اور اس فیصلے کے نتیجے میں انقلاب دشمن قوتیں پوری طاقت سے جواب دیں اس طرح ''تصادم'' کا مرحلہ آجاتا ہے اور جنگ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔تصادم کا یہ مرحلہ بڑا پر خطر ہوتا ہے اور فیصلہ کن بھی۔تصادم تخت یا تختہ

تصادم_____تخت یا_____تختہ

اقدام اور تصادم کے اس مراحل کا انحصار صرف انقلابی جماعت پر نہیں بلکہ انقلاب دشمن قوتوں پر بھی ہے بعض اوقات انقلابی جماعت ابھی تیاری کے مراحل میں ہوتی ہے اور دشمن قوتیں اقدام کر دیتی ہیں اور قبل از وقت تصادم کر کے انقلابی سوچ کو کچل دیتی ہیں۔لہٰذا یہ مراحل صرف انقلابی جماعت کے افراد پر ہی منحصر نہیں ہیں حالات کا تقاضا، دشمن کے عزائم، ماحول اور سب سے بڑھ کر مشیت ایزدی کا حتمی فیصلہ ہوتے ہیں۔قرآن مجید میں جن چھ بڑے رسولوں کا تذکرہ بار بار آیا ہے غالباً وہ چھ مختلف امکانی شکلیں ہیں جو انسانی معاشرہ میں ایسی انقلابی جماعتوں اور اس کے افراد کو ماحول اور انقلاب دشمن قوتوں کی طرف سے پیش آسکتے ہیں یا کسی انقلابی جماعت کے حالات ان پیغمبروں علیہم السلام میں سے دو یا دو سے زیادہ پیغمبروں علیہم السلام کے حالات کا مجموعی عکس ہو سکتے ہیں جیسا کہ صاحبِ فصوص الحکم نے اس کتاب میں پیغمبروں کے حالات کے تذکرہ میں اشارے دیئے ہیں۔واللہ اعلم

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ انقلاب کے پہلے تین مراحل میں دنیا بھر میں اسلامی یا غیر اسلامی انقلاب کے علمبرداروں کی جدو جہد میں کوئی نوعیت کا فرق نہیں ہے۔مسلمانوں کے لئے اس میں ایک اہم پہلواللہ تعالیٰ پر بھروسہ اورنصرت خداوندی کے وعدہ کا ہے جس سے اسلامی انقلاب کے داعیان میں حوصلہ اورولولہ تازہ رہتا ہے۔

ریاست اور مراحل انقلاب

فرداورانقلابی جماعت کی طرح ریاست کے لئے بھی انقلاب کے مراحل ہیں۔بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی جماعت کوابتدائی مراحل میں ہی ایک ریاست عطا فرما دیتا ہے۔اس طرح صبرمحض کا مرحلہ انقلابی جماعت کے ساتھ ساتھ اس ریاست پربھی مسلّط ہو جاتا ہے۔ریاست مدینہ پر ہجرت کے بعد ابتدائی چھ سال اسی طرح کے خوف اور دشمنوں کے حملوں کے ہر وقت خدشات کے زیر اثر ہی تھے۔

صبرمحض کا مرحلہ فرد کی سطح پر کبھی تو کچھ مہلت دے دیتا ہے اورمخالفین کی نگاہوں میں کھٹکے بغیر کچھ عرصہ کام کر لیتے ہیں اور کبھی روز اوّل سے وہ دشمن کے ستم، جفا اور ظلم کی زد میں آجاتے ہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی انقلابی جماعت تصادم کے مرحلے میں آنے پر کسی علاقے پر قابض ہو جاتی ہے یا ہجرت کے مرحلے سے گزرتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ مرحلہ بالکل آغاز میں ہی سامنے آجاتا ہے اور صبرمحض کی ساری سختیاں اب اس جماعت کواس کے ملک سمیت جھیلنا پڑتی ہیں۔صبرمحض، اقدام اور تصادم کے مراحل ریاست پر بھی آتے ہیں اور انقلابی جماعت کے مخلص افراد کی کمی اور غیرمخلص افراد کی کثرت جیسے بنی اسرائیل کی فرعون کی غلامی سے رہائی کے موقع پر اچھے برے سب لوگ اس قوم میں شامل تھے۔یہ غیرمخلص لوگ بسا اوقات ایسے اقدامات کرتے ہیں جس سے داعی انقلاب، انقلابی جماعت اور خود ریاست کوخطرات لاحق ہو جاتے ہیں۔لہٰذا انقلابی جماعت کو یہ مراحل نہایت پامردی، صبر، استقلال اور حوصلہ کے ساتھ گزارنا ضروری ہے۔

قیام پاکستان کی تحریک کے دوران 1930ء میں علامہ اقبال نے مسلمانوں کو اپنی شاعری سے بیدار کر کے ایک انقلاب اور ''طلوع اسلام'' کا تصور دیا، مختصر سے عرصے میں یہ سوچ برطانوی ہند کے مسلمانوں کی اجتماعی آواز بن گئی علامہ اقبال ایک انقلابی جماعت بنانا چاہتے تھے مگر وہ بوجوہ بن نہ سکی تاہم قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں قوم نے اکٹھے ہو کر علامہ اقبال کے خواب اور وجدان کو حقیقت بنا دیا۔ قائد اعظم کی تقریر نے میں عموماً تین الفاظ DISCIPLINE,FAITH,UNITY یا ایمان ـــ تنظیم ـــ اتحاد کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جو انقلاب کے ابتدائی تین مراحل کے غماز ہیں۔ 1940ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جلد ہی ایک آزاد وطن عطا فرما دیا اور ہجرت کے مرحلہ کے بعد ایک مرکز بھی وجود میں آ گیا۔

قیام پاکستان سے پہلے مسلمانوں کے اندر ایک برائے نام ''جماعت'' تیار ہوئی تھی اور انقلاب کے مراحل تنظیم و تربیت کا کچھ بھی حق ادا نہ ہو سکا تھا۔ ہجرت کے بعد قیام پاکستان کے ساتھ اس ملک میں اسلام کا استحکام اور 'تصادم' کا مرحلہ شروع ہو گیا مگر ایک طرف مسلمانوں کی تربیت میں کمی اور عمل و کردار سے تہی دامنی اور دوسری طرف دشمنوں کی سوچی سمجھی سازشیں ـــــــــ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان ہجرت کے بعد آزاد ملک کی حیثیت سے بے سرو سامانی کے باوجود کشمیر میں اقدام کی وجہ سے تصادم کے مرحلہ میں آ گئے اور اللہ تعالیٰ نے بے حساب مدد کی اگر نہرو UNO میں جا کر جنگ بندی نہ کراتا، سری نگر تک کشمیر آزاد ہو جاتا۔ تصادم کے اس مرحلہ میں بعض واقعات کی وجہ سے 1949ء سے ہی تمام عالمی طاقتیں یکجا ہو کر پاکستان کے خلاف ہو گئیں اور اس نوزائیدہ مملکت کو دبوچ لیا اور تا ایں دم یہی صورت حال جاری ہے۔ ایک طرف مسلمان عوام اسلامی انقلاب کی دشمن قوتوں کے نرغے میں حالت نزع میں ہیں۔ اور دوسری طرف پاکستان بحیثیت ایک ریاست کے پہلے دونوں سپر طاقتوں کے درمیان SANDWITCH بنا ہوا تھا۔ اور اب امریکا اور اس کی بدمعاشی کو قانونی تحفظ دینے والے ادارہ UNO نے پاکستان کے گلے کو پوری قوت سے دبوچ رکھا ہے اور یوں پاکستان بحیثیت ایک ریاست بھی گزشتہ چھ دہائیوں سے شدید صبر محض (SEVERE PASSIVE

(RESISTANCE کی حالت سے گزر رہا ہے۔ نہ صرف انقلابی سوچ کے حامل مسلمان اور اسلام کے نفاذ اور انقلاب کی داعی قوتیں بلکہ مملکت خداداد پاکستان سب ایک PASSIVE RESISTANCE کی صورت حال سے دوچار ہیں۔اور حالات گواہ ہیں بلکہ دشمن بھی حیران و ششدر کہ پاکستان نے یہ PASSIVE RESISTANCE کا ایک ساٹھ سالہ دور بڑے صبر و تحمل سے نبھا دیا ہے اور حالیہ برسوں میں دشمن کا توہین آمیز رویہ اور DO MORE کے مسلسل تقاضے ہمارے لیے ایک قسم کا FATIGUE TEST ہیں مگر اس تجربے میں یہ بات قابل اطمینان ہے کہ ملک کے ذمہ داروں نے کئی گھمبیر اور بڑی بڑی غلطیوں کے باوجود تا حال اس کشتی کو طوفانوں سے بچا کر رکھا ہوا ہے ورنہ اہل علم جانتے ہیں کہ 2001ء میں امریکا کا اس خطہ میں آنا دراصل پاکستان کے لئے ہی تھا وہ تو مشرف کے ہاں کر دینے سے امریکا نے وقتی طور پر اپنا رخ افغانستان کی طرف کر لیا وگرنہ صورت حال بڑی مختلف ہوتی۔تاہم صورت حال آہستہ آہستہ اپنے اصل ٹارگٹ کی طرف آ رہی ہے۔اس پس منظر میں آئندہ چند برس ریاست پاکستان اور اسلام کے غلبہ کے لحاظ سے نہایت اہم ہیں اور ایک فیصلہ کن مرحلہ درپیش ہے۔ اسلامی انقلاب کی حامی قوتیں اور پاکستان میں سیکولر ذہن کے مالک مسلمان اور دشمنوں کے ایجنٹوں کے درمیان ایک نظریاتی جنگ کا میدان آخری صف بندی کے مراحل میں ہے تاہم پاکستان کے اندر اسلامی انقلاب کے حامی طبقات کا امتحان زیادہ سخت ہے۔اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِ ھِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ ۔آمین۔

کسی انقلابی جماعت کا انقلاب کے مراحل سے گزر کر اقدام اور تصادم کے نتیجے میں کسی خطہ زمین پر تسلّط قائم کر لینا ہی انقلاب نہیں کہلاتا بلکہ۔۔۔۔۔۔۔اس خطہ زمین پر اس انقلابی جماعت کا اسلامی انقلاب کی صورت میں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے مطابق اور اس کی روح کے مطابق سیاست، معاشرت اور اقتصادیات میں ایسی بنیادی حقیقی اصلاحات کرنا کہ اس سے معاشرہ میں اقدار VALUES بدل جائیں اور احتساب اور لوٹ کھسوٹ کا عنصر یکسر ختم ہو جائے۔تا کہ فوری عدل و انصاف، مساوات، حقیقی آزادی اور کفالت عامہ کے

تصورات بچشم سر نظر آنے لگیں اور جرائم کی بیخ کنی ہو جائے احترام جان و مال اور غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا لحاظ کیا جا رہا ہو۔ حکمران عوام کے خادم ہوں اور اس انقلاب کے دائرہ اثر میں آنے والے تمام افراد نوع بشر امن وسکون کی زندگی بسر کر سکیں نیز اس انقلاب کو باقی نسل انسانی جو دوسرے مما لک میں ظلم و جور، ملوکیت اور استحصال کی چکی میں پس رہی ہو اس تک ان برکات کو پھیلانے کے لئے اس انقلاب کو توسیع دینا ازحد ضروری ہے۔

---

28 رجب یوم سقوطِ خلافت

انجینئر معیز مبین

''ترکی تباہ کردیا گیا اور اب وہ کبھی بھی اپنی عظمت رفتہ بحال نہیں کرسکتا کیونکہ ہم نے اس کی روحانی طاقت کو تباہ کردیا ہے، یعنی خلافت اور اسلام'' یہ تھے برطانوی سیکرٹری خارجہ لارڈ کرزن کے الفاظ جو انہوں نے 24 جولائی 1924ء کو برطانیہ کی ہاؤس آف کامنز میں اپنی تقریر میں کہے۔

تاریخ میں کبھی بھی کوئی دن اس بیدردی سے بھلایا نہ گیا ہوگا جیسا کہ سقوطِ خلافت کا دن لوگوں کے اذہان سے محو کردیا گیا۔ یہ وہ دن تھا جب دنیا تبدیل ہوگئی، دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ اپنا محور اور مرکز کھو بیٹھا۔ وہ دن جس کے بعد امت مسلمہ پر مصائب بارش کے قطروں کی طرح برسنے لگے۔ وہ دن جب ظلم کے خلاف ڈھال گرگئی۔ وہ دن جب مسلم امہ جو انسانیت کے لئے رہنمائی کا ذریعہ تھی خود بے توقیری اور رسوائی کی دلدل میں گرگئی۔ وہ دن جب اسلام کو نظریہ حیات کے طور پر مسترد کردیا گیا اور سیکولرازم کو ریاستی سطح پر قبول کرلیا گیا۔ وہ دن جب مسلمان اپنی ریاست سے ہاتھ دھو کر بے یار و مددگار ہوگئے۔ وہ دن جب انگریز کے ایجنٹ مصطفیٰ کمال نے خلافت کا یک جنبش قلم خاتمہ کردیا۔ 28 رجب 1342ھ کی رات جس کے بعد مسلم امہ نے کبھی کوئی صبح نہ دیکھی، مصطفیٰ کمال نے استنبول کے گورنر کو حکم دیا کہ ''کل صبح سے قبل خلیفہ عبدالمجید ترکی کو چھوڑ چکے ہوں''۔ اس حکم پر فوج اور پولیس کی مدد سے عمل درآمد کیا گیا اور خلیفہ کو مجبور کردیا گیا کہ وہ سوئٹزرلینڈ جلاوطن ہوجائیں۔ 28 رجب 1342ھ (بمطابق 3 مارچ 1924ء) کی صبح یہ اعلان کیا گیا: ''عظیم قومی اسمبلی نے خلافت کے خاتمہ اور دین کے دنیا سے جدائی کے قانون کی منظوری دے دی ہے''

مسلم امہ کے لیے یہ صرف دین کی دنیا سے جدائی نہیں تھی بلکہ عزت، عظمت، شان وشوکت اور قوت وطاقت سے جدائی تھی۔ خلافت کا خاتمہ اسلام و مسلمانوں کی تباہی تھی۔ ایک ہندو

صحافی نے مشہور میگزین ٹائمز کے 7 مارچ 1924ء کے شمارہ میں خلافت کے خاتمہ کے ٹھیک چار دن بعد تحریر کیا: ''ترکی جو کہ اسلام کی بنیاد پر دنیا کی ایک اہم طاقت تھی اب صرف ایک غیر اہم بلقان کی ریاست بن گئی ہے''۔ لیکن افسوس ابھی اس سے بھی بدتر ہونا باقی تھا۔ خلافت کے خاتمہ کے بعد امت کی حالت ایسی ہوگئی جیسے کوئی شیر خوار بچہ ماں اور باپ کے سائے سے محروم ہو جائے اور اس ظالم اور خود غرض دنیا میں اپنی بقا کی جنگ لڑنے کے لئے تنہا رہ جائے۔ اور کفار تو جیسے اس موقع کے انتظار میں تھے انہوں نے اس امت پر بھوکے بھیڑیوں اور گدھوں کی طرح حملہ کر دیا اور اس امت کا خون چوسنے کے لیے ایک دوسرے سے لڑنے سے بھی گریز نہ کیا۔ خلافت کے خاتمے کے ساتھ ہی ایسی طاقت اور پلیٹ فارم کا بھی خاتمہ ہوگیا جو مسلمانوں کو متحد رکھ سکے اور ان کے مسائل کے لیے عملی اقدامات اٹھا سکے۔ صرف یہی نہیں بلکہ سقوطِ خلافت کے ساتھ ہی اسلامی نظام کا نفاذ بھی ایک قصۂ پارینہ بن گیا۔ عرب وعجم پر محیط اس عظیم ریاست کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیا گیا اور ہر ریاست کو اپنا آئین، قانون، قومیت اور جھنڈا دے کر تقسیم کر دیا۔ اسلامی نظام کو مغربی سرمایہ دارانہ نظام سے بدل دیا گیا اور مسلمانوں کے معاملات کی نگہبانی اسلامی نظام حکومت کے بجائے سیکولر حکومتی ڈھانچے کے ذریعے کی جانے لگی۔ مسلمانوں کی واحد نمائندہ اور مرکزی حکومت کی عدم موجودگی میں، جو ان کے مفادات کی نگہبانی کرتی، مسلم امہ مغرب کے فوجی، تہذیبی، معاشی، سماجی اور سیاسی حملوں کا شکار ہوگئی۔ امت نے اس سلسلے میں جو سب سے خطرناک اور خوفناک زخم کھایا وہ فلسطین کی مسلم سرزمین پر یہودی ریاست کا قیام تھا اور پھر مسلمانوں کے دل پر اسرائیل کے خنجر کا زخم ہی کافی نہ سمجھا گیا بلکہ کشمیر کا مسئلہ پیدا کر کے برطانیہ نے ایک اور رستا ہوا زخم امت کی پیشانی پر چھوڑ دیا۔ اس سے قبل تقسیم ہند کی آڑ میں برطانیہ نے لاکھوں مسلمان مردوں اور عورتوں کو شہید کر دیا۔ تو یہ محض شروعات تھی۔ امت کے خواب وخیال میں بھی نہ تھا کہ مسلمانوں کی تیسری عظیم ترین مسجد اور قبلہ اول بیت المقدس کو جلا دیا جائے گا۔ اس امت نے دیکھا کہ اس میں سے غداروں کی ایک کھیپ کو تیار کیا جا رہا ہے جن کی پرورش ونگہبانی مغرب سے چلنے والی ہوائیں کر رہی ہیں۔ اسلامی ریاست کے ہر ٹکڑے پر میر جعفروں اور میر صادقوں کو تاج وتاخت کا وارث بنا کر استعمار بظاہر اپنے گھر چلا گیا۔ یوں حکمرانی سے عوام کو مکمل طور پر بے دخل کر دیا گیا۔ امت کے ساتھ عجب کھیل ہوا گھر کا رکھوالا ڈاکو کا یارِ غار نکلا!۔ مسلمانوں پر ظلم وتشدد اور تباہی اور بربادی کی آندھیاں زور وشور سے چلنے لگیں عرب

اسرائیل جنگ، سقوط ڈھاکہ، روس کا افغانستان پر حملہ، ایران عراق جنگ، پہلی خلیجی جنگ، بوسنیا میں قتل عام، چیچنیا پر حملہ، کوسوو کی جنگ، صومالیہ پر حملہ، مشرقی تیمور کا قیام، افغانستان اور عراق پر امریکی بمباری، شاید دنیا میں کوئی خطہ ایسا نہیں رہا جہاں مسلمان آباد ہوں اور اس خطے پر مسلمان کا خون نہ بہا ہو۔

مسلمانوں کے خلاف حملے فوجی جارحیت اور قبضہ تک محدود نہیں رہے بلکہ مسلمانوں کو اذیت اور تکلیف دینا استعمار کا کھیل بن گیا۔ صابرہ وشتیلہ میں نہتے مسلمانوں کو تہِ تیغ کر دیا گیا۔ بوسنیا میں مسلمان عورتوں کی اجتماعی زیادتی اور مردوں کی اجتماعی قبریں بنانا ایک معمول بن گیا۔ عراق ابوغریب میں مسلمان مردوں اور عورتوں کو جنسی تشدد اور تضحیک کا نشانہ بنایا گیا۔ صرف یہی کافی نہ تھا بلکہ مغرب نے مسلمانوں کے خلاف ایک نیا محاذ کھولا مغرب نے مسلم امہ کے عقائد، اخلاق اور اقدار تبدیل کرنے کے لئے مغربی افکار کی زبردست بارش کر دی، اس کے ساتھ ساتھ ایسے سیاسی حربے اختیار کیے گئے جس کے ذریعے مسلمانوں کو جہاں کہیں دبانا مقصود ہو تو دبایا جا سکے۔ انسداد دہشت گردی کے قوانین، مسلم ممالک کے سیاسی اور تعلیمی نظاموں میں مداخلت اور ظالم آمر حکمرانوں کی حمایت اس کی چند مثالیں ہیں۔

آج مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ارب سے زائد ہے، اس کی افواج کی تعداد تقریباً 40 لاکھ سے بھی زیادہ ہے، مسلمانوں کے پاس امریکا سے بھی زیادہ لڑاکا جہاز ہیں، دنیا کے 70 فیصد توانائی کے وسائل اور زرخیز زمینیں مسلمانوں کے پاس ہیں اور 13 سو سال کی دنیا پر حکومت کرنے کی شاندار تاریخ ہے لیکن پھر بھی یہ امت ایک زبردست تاریکی میں کھڑی ہے اور اس کا جسم لہولہان ہے صرف اور صرف اسلام کی روشنی اور خلافت کی طاقت ہی اس امت کو دوبارہ سے اس کا کھویا ہوا مقام دلوا سکتی ہے

ایک دفعہ پھر 28 رجب کی تاریخ پر رک کر سوچیں۔ آیئے ہم یوم سقوط خلافت پر غور وفکر کریں، ہم غور کریں کہ کس طرح ہمارے مصائب شروع ہوئے، جب اس امت نے انسانیت کی رہنمائی کی ذمہ داری چھوڑ دی۔ یاد کریں اس دن کو جب ہم نے اسلام کو چھوڑا اور اندھیروں میں داخل ہو گئے۔ (ماخوذ از نوائے وقت 2006ء)

روزہ اور قرآن کی شفاعت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

اَلصِّیَامُ وَالْقُرآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندۂ مؤمن کیلئے سفارش کریں گے

یَقُوْلُ الصِّیَامُ اَیْ رَبِّ

روزہ کہے گا: اے میرے رب

مَنَعْتُہُ الطَّعَامَ وَالشَّھَوَاتِ بِا لنَّھَارِ

میں نے اس شخص کو دن میں کھانے اور دوسری لذتوں سے روکے رکھا

فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ

تو اس شخص کے بارے میں میری سفارش قبول کر

وَیَقُوْلُ الْقُرآنُ

اور قرآن کہے گا

مَنَعْتُہُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ

میں نے اس کو رات کے وقت سونے سے روکے رکھا

فَشَفِّعْنِی فِیْہِ

تو اس شخص کے بارے میں میری سفارش قبول کر

قَالَ: فَیُشَفَّعَانِ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ان دونوں کی سفارش کو قبول کی جائے گی

(مسند احمد عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما)

مدیر کے نام

ENGR MUKHTAR FOROOQUI SAHIB.JHANG SADAR

ASSALAM-O-ALAIKUM

I AM GLAD TO KNOW THAT YOUR ACADEMY IS PRIMARILY PURSUING THE GOAL SET HIMSELF BY MY LATE FATHER, VIZ, THE ISLAMIZATION OF EDUCATION. THIS IS AN EXTREMELY NOBLE TASK, AND I THINK THAT IF THE GOAL IS ACHIEVED, IT WILL BE A GREAT SERVICE TO THE NATION.BUT THIS TASK IS AS STUPENDOUS AS IT IS IMPORTANT. IT WILL SERVE NO USEFUL PURPOSE IF WE ONLY PREACH ISLAMIZATION OF EDUCATION IN OUR SPEECHES AND WRITINGS. ON THE CONTRARY, IT WILL REQUIRE PRACTICAL WORK OF GREAT MAGNIRUDE. COSMETIC EXERCISES WILL NOT BE SUCCESSFUL UNTIL WE REMOVE THE MIS-GIVINGS ABOUT THIS TYPE OF A VENTURE IN THE SCIENTIFIC AND RELIGIOUS, AND ABOVE ALL, IN THE GOVERNMENT CIRCLES BY PRDUCING, FIRST OF ALL, SPECIMENS OF TEXT BOOKS TAUGHT IN THE SCHOOLS, COLLEGES AND UNIVERSITIES INTEGRATING THE IDEA OF GOD AS THE CENTRAL FACT AND THE ORGANIZING PRINCIPLE FOR THEIR OPINION AND CONSENT. THIS WILL REQUIRE THE

ESTABLISHMENT OF AN INSTITUTION MANNED BY PROPERLY EDUCATED AND EXPERIENCED RESEARCH SCHOLARS WHICH WILL INVOLVE HEAVY EXPENDITURE.

MY LATE FATHER HAD SET UP AN INSTITUTION AT LAHORE CALLED, THE ALL PAKISTAN ISLAMIC EDUCATION CONGRESS WITH THE SOME OBJECTIVE IN VIEW, BUT UNFORTUNATELY, BEFORE HE COULD REALIZE THIS OBJECTIVE, HE PASSED AWAY. I PRAY TO THE ALMIGHTY THAT THE EFFORTS YOU ARE MAKING IN THIS DIRECTION **MAY MEET WITH SUCCESS.**

BEST REGARDS TRULY YOURS

(SLAH-UD-DIN MAHMUD) LAHORE